مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال
ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی
مدیرِ اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
شمارہ: ۸
جلد: ۲۷
اگست ۲۰۰۷ء
رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی)
اسلامی جمہوریہ پاکستان

روح افزا

پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال

جلد: ۲۷ شمارہ: ۸

رجب المرجب ۱۴۲۸ھ / اگست ۲۰۰۷ء

ہدیہ فی شمارہ: -/25 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/200 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: -/15 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214-حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون: 2725150-21-92+ فیکس: 2732369-21-92+
ای میل: mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

''مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کرے گی۔'' (ادارتی بورڈ)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

کلام: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں

اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی، پرچم جھکا دیے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہی پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں

دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پُرخار بادیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

منقبتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

حسانِ پاکستان جناب محمد اعظم صاحب چشتی مدظلہ

پرتوِ نورِ ازل ہے روئے تابانِ رضا
سایۂ جنت ہے زلفِ عنبر افشانِ رضا

روکشِ مشکِ ختن ہے بوئے بستانِ رضا
رشکِ طوبےٰ ہے ہر اک نخلِ گلستانِ رضا

علم و حکمت کو کیا جس نے شناسائے جنوں
ہے وہ فیضانِ رضا واللہ فیضانِ رضا

راہ پاتے ہیں یہیں سے رہروانِ کوئے دوست
جا کے ملتی ہے حرم سے کوئے ایوانِ رضا

دشت بھی سیراب کرڈالے ترے فیضان نے
میرے دل پر بھی برس اے ابر بارانِ رضا

میں اٹھوں گا حشر میں بھی ان کے مداحوں کے ساتھ
مر کے بھی ہاتھوں سے چھوٹے گا نہ دامانِ رضا

اِک جہاں ہے ان کے الطاف وکرم سے مستفیض
ایک اعظم ہی نہیں ممنونِ احسانِ رضا

موت العالِم، موت العالَم ☆ موت العالِم، موت العالَم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات۔ا

صدر العلماء کی رحلت

آں ترکِ پری چہرہ کہ دوش از برِ ما رفت

مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں (پ ۱۹۳۰ء) ابنِ علامہ مولانا حسنین رضا خاں (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء۔۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) ابن علامہ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) ۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/ ۳؍اگست ۲۰۰۷ء کو انڈیا کے شہر ناگپور کے قریب ٹریفک کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۷۷ برس کی تھی۔ آپ نے اپنے وقت کے برصغیر پاک وہند کے مایہ ناز علماء اور اساتذۂ فن کی صحبتیں اٹھائیں اور ان سے علمی وروحانی اکتسابِ فیض کیا۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں والدِ ماجد حضرت مولانا حسنین رضا خاں، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری برکاتی اور محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب قادری رضوی چشتی، صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مولانا سردار علی قادری اور مفتیِ اعظم پاکستان علامہ مولانا وقار الدین حامدی رضوی رحمہم اللہ نمایاں ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں آپ پاکستان تشریف لائے اور لائل پور (حال فیصل آباد) میں جامعہ مظہر اسلام میں محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ سے دورِ حدیث مکمل کیا۔ چھ ماہ قیام کے بعد آپ بریلی شریف واپس چلے گئے۔ شفیق و زیرک استاذ (حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ) کی جوہر شناس نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ خانوادۂ رضا کے اس ذہین اور تقویٰ شعار شاہزادے میں، خادمِ علمِ حدیث اور مستقبل کا صدر العلماء اور محدثِ کبیر بننے کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ صدر العلماء کی بریلی شریف واپسی کے وقت آپ نے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کو ایک عریضہ لکھا، جس میں صدر العلماء کی صلاحیتوں کے متعلق آپ کے مشاہدات تھے اور لکھا کہ ''آپ مرکز اہلِ سنت بریلی شریف کے اس گوہر نایاب کو اپنی نگاہِ آبدار سے مزید تابدار بنائیں اور اپنی سرپرستی میں رکھ کر انہیں علمِ حدیث کی خدمت پر مامور فرمائیں۔'' مزید لکھا کہ ''آپ حدیث شریف کی جس کتاب کی تدریس ان کے ذمہ لگائیں گے، بحمد اللہ آپ اپنے اس شاہزادۂ ذی وقار کو محققانہ انداز میں اسے پڑھانے کا اہل پائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ یہ عزت مآب طالبِ علمِ حدیث آپ کی مسندِ عمل کا سچا جانشین اور بریلی شریف کا محدث کبیر ہوگا۔''

چنانچہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اور زمانہ نے دیکھا کہ اس مردِ درویش

موت العالِم، موت العالَم ☆ موت العالِم، موت العالَم

نے پچاس سال کی طویل مدت میں اپنی حیاتِ مستعار کے آخری سانس تک نہایت فیاضی، ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ علومِ رسول ﷺ کی میراث کچھ اس طرح تقسیم فرمائی کی نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا، نہ درہم و دینار کا مطالبہ، نہ نام ونمود ونمائش کی خواہش، محض رضائے احمد ﷺ اور احمد رضا کی مسندِ علم کی عزت و وقار برقرار رکھنے کی خاطر خاموشی مگر وقار اور اطمینانِ قلب کے ساتھ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس علم کی خدمت میں صرف کر دیا اور عمّی جدِ کریم سیدی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے درج ذیل قطعہ کے مصداق بن گئے اور اہلِ علم ونظر اور صاحبِ بصیرت پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مسندِ علومِ رضا کے ''اصل جانشین'' اور ''پروردۂ فیضِ نگاہِ آلِ رحمٰن'' آپ ہی تھے۔

نہ مرا نوش زتحسین، نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے، نہ مرا ہوشِ ذمے
منم و کنجِ خمولی کہ نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابی و دوات و قلمے

علمِ حدیث کی خدمت کے صلے میں اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ نے آپ کو اس عظیم اعزاز و اکرام سے نوازا کہ بڑے بڑے متقی کل قیامت کے دن اس پر رشک کریں گے یعنی آپ کو اپنے محبوب مکرم ﷺ کا نائب بنا کر انہی کے ذکر کے چرچے میں مشغول کر دیا۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنی امت کے ایسے ہی علماء کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اور ان کے لیے رحمت کی دعا فرمائی ہے۔ ارشادِ مبارک ہے:

''میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت، میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت، میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت۔'' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کے جانشین کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور بندگانِ خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔'' [۱]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت کے مطابق ایسے عالم کے لیے ''آسمان کے پرند، زمین کے چرند، پانی کی مچھلیاں اور کراماً کاتبین مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں۔'' [۲]

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ''علم حدیث کے طالب کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ سنجیدہ، بردبار، خداترس اور متبعِ سنت ہو۔'' [۳]

اس حوالے سے صدر العلماء کی حیات اور ان کے کردار کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو وہ اس کسوٹی پر پورا اترتے ہیں۔ علم، تقویٰ، اتباعِ سنت، اخلاق و سیرت، گفتار و کردار، معاملات و معمولات، کسی رخ سے آپ انہیں دیکھیں تو ان کی شخصیت بلند و بالا ہی نظر آئے گی۔ حضرت علامہ مفتی عبدالمنان مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ آپ نہ صرف علم، تقویٰ، اتباعِ سنت میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جانشین تھے بلکہ صورت و سیرت کے اعتبار سے بھی ان کے ہم شبیہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ العزیز کے وصال مبارک کے بعد بریلی شریف کی اقلیم علومِ رضا کے آپ ہی تاجور تھے۔ اسی طرح خانوادۂ رضا کے افراد میں دورِ حاضر میں آپ کی ذاتِ مبارکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی سچی جانشین تسلیم کی جاتی تھی۔ تاج

الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ۔ سمیت ہندوستان کے جید علماء اہلسنّت لاینحل مسائل میں آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ گویا آپ کی شخصیت مرجع العلماء تھی۔ اتباعِ شریعت اور سید عالم ﷺ کی سچی محبت جو آپ کے والدِ ماجد، جدِّ امجد اور امام احمد رضا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہم اللہ تعالیٰ کی حیاتِ مبارکہ کا سرمایہ رہا ہے، اس سے بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے بھی وافر حصہ پایا۔ علومِ اسلامیہ سے گہرا شغف تھا۔

آپ کی ذاتِ مبارکہ کی اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ خانوادۂ رضا میں جو الحمد للہ اس وقت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی پانچویں اور چھٹی پشت تک منتقل ہوکر ہزاروں افراد پر مشتمل ایک بڑے قبیلے کی صورت اختیار کرگیا ہے، آپ نہایت باکرامت اور قابلِ احترام شخصیت تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ آپ اپنے خانوادہ کے ہر فرد سے یکساں محبت و شفقت سے پیش آتے۔ یہی وجہ تھی کہ خانوادہ کے تمام خورد و کلاں بھی آپ ہی کو اپنا مربّی اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور آپ کی ذاتِ قدسیہ کو نہایت احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپس کے معاملات میں آپ کے فیصلہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔ حضرت العلام کی یہ کرامت راقم کو خانوادۂ رضا کے متعدد افراد نے بتائی۔

حضرت صدر العلماء نور اللہ مرقدہٗ اخلاقِ عالیہ کا مرقع تھے۔ اس ضمن میں اسوۂ حسنہ پر سختی سے کاربند تھے۔ خاندانی، علاقائی، معاشرتی اور سماجی طور پر ہر کسی کے ہر دل عزیز تھے۔ اپنے بیگانے سبھی آپ کے حسنِ خلق، بزرگی اور عظمتِ کردار سے آگاہ و نیز اس کے قائل تھے۔ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت و محبت کا رویہ تھا۔ حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی صاحب مدظلہ العالی، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف جو حضرت صدر العلماء کے خود بھی شاگرد رہے ہیں اور بطور استاذ، حضرت کی سرپرستی میں اسی دارالعلوم میں برسوں پڑھاتے بھی رہے، فرماتے ہیں کہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ نے بطور صدر مدرس اور استاذِ حدیث شریف سب سے طویل مدت یعنی تقریباً ۲۴ سال یہیں گزارے لیکن اس طویل مدت میں کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ کسی طالب علم کو کسی بات یا سوال پر جھڑکا ہو۔ طلباء پر نہایت مہربان اور باپ سے زیادہ شفیق تھے۔ شفقت و محبت کا یہ حال تھا کہ آپ بریلی شریف کے کسی بھی دارالعلوم میں درس دے رہے ہوں، منظر اسلام ہو، مظہر اسلام ہو، جامعہ نوریہ رضویہ ہو، دراسات الاسلامیہ ہو، کہیں بھی ہوں، ہر دارالعلوم کے طالب علم کو اجازت تھی کہ وہ ان کی درس کی مجلس میں شریک ہوسکتا ہے۔ بلکہ بریلی شریف کے قرب و جوار کے علاقوں سے بھی طلباء شریک درس ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے اساتذہ کے مقابلہ میں آپ کی مجلسِ درس (کلاس) میں طلباء کا سب سے زیادہ ہجوم ہوتا تھا۔ بعض ایسے اساتذہ کرام جنہوں نے آپ سے نہیں پڑھا تھا، آپ سے شرفِ تلمذ کے حصول کی خاطر آپ کے درس میں شریک ہوتے۔ اکثر شاگرد اساتذۂ کرام بھی علمی تشنگی کی سیرابی اور حلِ اشکال کے لیے شریکِ درس ہوا کرتے۔

آپ نہایت متبع سنت اور متقی تھے۔ طلباء سے ذاتی خدمت لینے سے گریز فرماتے حتیٰ کہ اپنا بستہ/ بیگ بھی خود ہی اٹھاتے تھے۔ آپ میں ایک اچھے استاذ کی تمام خوبیاں بتمام وکمال موجود تھیں۔ آپ تدریس سے پہلے ہمیشہ مطالعہ کرتے اگرچہ ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہنے کی بناء پر آپ کو کتابیں اور مضامین ازبر تھے لیکن کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا کہ آپ بلا پیشگی مطالعہ کسی روز مسندِ درس پر تشریف فرما ہوئے ہوں۔ آپ طلباء کو بھی اس کا پابند بناتے تھے کہ وہ تدریس سے قبل موضوع کا خوب مطالعہ کرکے آئیں۔

آپ کثیر المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع المطالعہ بھی تھے۔ بے شمار احادیثِ مبارکہ آپ کو زبانی یاد تھیں اور اکثر دیکھا گیا کہ حدیث شریف کا درس دیتے وقت عشقِ رسول ﷺ کا طبیعت پر ایسا غلبہ ہوتا کہ قلب پر رقت طاری اور آنکھیں نمناک و پرسوز۔ آپ کے بعض خاص شاگردوں نے جو اس وقت ہندوستان کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں، راقم کو بتایا کہ دورانِ درس دلائل اور حوالہ جات کا اس قدر ڈھیر لگا دیتے تھے کہ ذہین سے ذہین طالب علم، بلکہ جید اساتذہ بھی انگشت بدنداں رہ جاتے اور آپ کے استحضارِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کو قرآن و حدیث کے موضوعات پر اس قدر گرفت اور علمی عبور حاصل تھا کہ موضوع کے حوالے سے کوئی بھی سوال قائم کیا جاتا اور مشکل سے مشکل مقامات بحث کے لیے پیش کیے جاتے، آپ بزور دلائل نہایت علمی نظم وضبط کے ساتھ اس قدر آسانی سے سمجھا دیتے کہ کمزور طالبعلم بھی سمجھ جاتا اور کوئی اشکال باقی نہ رہتے۔ آپ مطالعہ کے ساتھ ساتھ طلباء کو آموختہ یعنی پڑھائے ہوئے موضوعات اور کتب کو بار بار دہراتے رہنے کی بھی تلقین فرماتے تاکہ طالبعلم جیسے جیسے ترقی کرتا جائے تو پچھلا فراموش نہ کر بیٹھے اور علمی تسلسل و موضوع کا ربط برقرار رہے۔ آپ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ طلبِ علم کا سفر جز وقتی نہیں بلکہ کل وقتی اور عمر بھر کا ہے۔ اس لیے گذشتہ منزلوں کو یاد رکھنا کسی فن میں کمال کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ورنہ مقصدِ حصول علم فوت ہو جائے گا۔

علامہ حنیف رضوی زیدعنایتہٗ نے ۲۰۰۱ء میں عرسِ رضوی اور جشنِ صد سالہ منظرِ اسلام میں حاضری کے موقع پر فقیر کو یہ بات بتائی کہ حضرت صدر العلماء قدس سرہ العزیز نے کبھی بھی زیادہ رقم ملنے کے عوض کسی دوسرے دارالعلوم کے لیے تدریس کو ترجیح نہ دی اور نہ کبھی کسی سے قلتِ مشاہرہ کی شکایت کی۔ وہ اسلاف کرام کے سچے جانشین اور نمونہ تھے۔ جہاں بھی مسندِ علم سجائی، وہاں شاکر وصابر رہے اور اخلاص فی سبیل اللہ کے ساتھ درس و تدریس کی خدمات انجام دیں اور بغیر اجازت اور بلا اطلاع کسی دارالعلوم کو نہیں چھوڑا۔ جہاں تشریف فرما رہے، ہنسی خوشی رہے۔ فقر، درویشی اور استغنیٰ آپ کی شخصیت کی خصوصیات تھیں۔ جب کسی دارالعلوم کی مسند چھوڑتے تو ہنسی خوشی سے وداع ہوتے اور رخصت کے بعد بھی اچھے تعلقات رکھتے۔ اس کی خصوصی مجلسوں میں شریک ہوتے۔ تعلیم و تربیت اور معیارِ تعلیم کو بڑھانے کے لیے مفید مشوروں سے بھی نوازتے

موت العالِم، موت العالَم ☆ موت العالِم، موت العالَم

رہے۔ اس سلسلے میں بریلی شریف کے چاروں دارالعلوم میں انہوں نے کبھی بھی کوئی امتیاز نہیں برتا۔ کبھی کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہیں کی، نہ ہی ان تعلیمی اداروں کے انتظامی معاملات اوران کی انتظامیہ کی آپس کی رقابتوں یا سیاست میں ملوث ہوئے، یہی وجہ تھی کہ بطور مربی، سب ان سے محبت کرتے تھے، سب کے دلوں میں ان کا احترام تھا اور وہ بھی سب سے محبت وشفقت کے برابر کے تعلقات آخری دم تک بطریقِ احسن نبھاتے رہے۔ حضرت صدر العلماء قدس سرہٗ تعلیم کے معاملے میں مقصدیت کے قائل تھے۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے تلامذہ کی روحانی اور اخلاقی تربیت بھی فرماتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے مریدین کی بھی تربیت پر پوری توجہ فرمائی اور انہیں ضروری علم کے حصول کی تلقین بھی فرماتے اور تشویق و ترغیب دیتے، ذہین طلباء کی ہمت افزائی فرماتے۔ اپنے تمام تلامذہ و مریدین سے جو علمی استعداد کے حوالے سے مختلف المراتب ہوتے، شفقت ومحبت کا یکساں سلوک فرماتے۔ ان کا حسنِ خُلق، منکسر المزاجی، اسوۂ حسنہ کی حتی المقدور پیروی، سنتِ رسول ﷺ پر سختی سے عمل اور مسلک و مذہب پر استقامت، پابندیٔ وقت اور فرائضِ منصبی کی نہایت ذمہ داری سے ادائیگی، طلباء اور ساتھی اساتذۂ کرام کے لیے مثالی تھا۔ حضرت صدر العلماء ماہر تعلیم وتربیت بھی تھے اور معمولات و معاملاتِ زندگی میں سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر سختی سے عمل پیرا بھی۔ حضرت غوث الثقلین، قطب الاقطاب، شیخ شیوخ سیدنا عبد القادر جیلانی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک ارشاد کے مطابق ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت اس کا سنت اور شریعت کا عینِ اتباع ہے۔ دورِ حاضر اور ماضی قریب میں بریلی شریف بلکہ برصغیر پاک و ہند میں چند ہی شخصیات اس کی مصداق ٹھہرتی ہیں جن میں مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور صدر العلماء مولانا تحسین رضا خاں علیہما الرحمۃ امتیازی شان کے حامل قرار پاتے ہیں۔

الغرض حضرت صدر العلماء کی شخصیت جامع الصفات تھی۔ آپ شریعت و طریقت دونوں کے زبردست عامل تھے۔ آپ نے اپنے تلامذہ اور مریدین میں بھی یہی روح پھونکی۔ خودنمائی اور نمائش کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ تواضع اور انکساری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب کبھی کسی بزرگ یا عالمِ دین کے بارے میں آپ کو بتایا جاتا کہ یہ بہت بڑے بزرگ یا عالم ہیں تو آپ ان کا خوب اعزاز فرماتے۔ آپ کو کسی کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی یا محبت نہیں تھی بلکہ آپ معلمِ کائنات، سید عالم ﷺ کے اس ارشادِ مقدس کی چلتی پھرتی تصویر تھے، ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' یعنی اللہ جل شانہٗ کی خاطر محبت اور اللہ عزوجل کی خاطر عداوت۔

علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری منظری اختر القادری (چیئرمین، اسلامک ریسرچ سینٹر، دیناجپور، بنگلہ دیش) نے جو صدر العلماء کے شاگرد بھی ہیں، حال ہی میں آپ کے واصل بحق ہونے کی خبر سن کر ٹیلیفون پر راقم سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت صدر العلماء کی بحیثیت مشفق استاذ بہت سی خوبیاں

موت العالِم، موت العالَم ☆ موت العالِم، موت العالَم

بیان کیں اور ان کے عجز و انکساری اور ساداتِ کرام سے محبت کا ایک سبق آموز واقعہ بتایا جس سے حضرت کے درویشانہ مزاج اور اعلیٰ اخلاقی کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ''میں ایک نوعمر طالب علم تھا، منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بنگلہ دیش سے گیا ہوا تھا۔ وہاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد جدید عربی زبان سیکھنے کے لیے مجھے قنوج میں ایک مدرسہ میں بھیجا گیا تھا۔ انہی دنوں صدر العلماء کسی کام سے قنوج تشریف لائے تھے، میرے مدرسہ میں بھی آئے۔ واپسی میں، میں ان کے ساتھ ہولیا۔ وہ میرے استاذِ محترم تھے، میں نے ان کی جوتیاں سیدھی کرنی چاہی تو انہوں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر منع کر دیا۔ مجھے افسوس ہوا کہ حضرت نے مجھے ایک سعادت سے محروم کر دیا۔ پھر وہ وضو کے لیے وضوخانہ پر گئے۔ میں بھی خوشی خوشی ان کے ساتھ گیا کہ ان کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کرسکوں اور یہ میری دلی تمنا تھی۔ جب میں نے لوٹے میں پانی بھر دیا اور حضرت بیٹھ گئے تو میں نے لوٹا اٹھا کر جیسے ہی ہاتھوں پر پانی ڈالنا چاہا، حضرت نے فوراً وک دیا اور میرے ہاتھ سے لوٹا لے لیا اور میرے ضد کرنے کے باوجود حضرت نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں طالب علم سے کام نہیں لیتا اور وضو خود بنانا سنت ہے اور میں اس سنت کا تارک نہیں بننا چاہتا۔ میں بہت ہی افسردہ ہوا کہ حضرت نے خدمت کا یہ موقع بھی حاصل نہیں کرنے دیا۔ جب ہم دونوں سفر پر روانہ ہونے کے لیے کمرے میں واپس آئے تو میں نے حضرت کا ایک چھوٹا سا بریف کیس اٹھالیا اور اپنا بیگ کاندھے پر لٹکالیا۔ حضرت صدر العلماء نے دیکھا تو فوراً میرے ہاتھ سے لے لیا اور کہا آپ چھوٹے ہیں، اتنا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے بلکہ انہوں نے میرا بیگ بھی مجھ سے لے لیا اور کہا میں بڑا ہوں میں آسانی سے دونوں چیزیں اٹھا سکتا ہوں۔ میں نے لاکھ کہا کہ حضرت یہ دونوں چیزیں ہلکی ہیں اور میں باآسانی انہیں اٹھا کر بس اسٹینڈ تک لے جا سکتا ہوں، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اگرچہ یہ آپ جیسے عالی وقار استاذ کی یہ معمولی سی خدمت ہے مگر میرے لیے ایک بہت بڑی سعادت ہے تو آپ مجھے اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے آبدیدہ ہوکر جو کچھ فرمایا، وہ صرف ایک سچا عاشقِ رسول (ﷺ) اور ایک عالم باعمل ہی کہہ سکتا تھا جو خانوادۂ اعلیٰ حضرت کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ نے فرمایا اور مجھے آج بھی وہ الفاظ، وہ وقت اور وہ منظر یاد ہے گرچہ اس کو ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا:

''پیارے صاحبزادے اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور اپنا سامان و بوجھ خود اٹھانا، یہ ہمارے رحیم و کریم آقا ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، اس لیے میں اس کا تارک نہیں ہونا چاہتا، پھر یہ کہ آپ ساداتِ کرام کے خانوادے کے شاہزادے ہیں، آج میں آپ سے اپنے سامان کا بوجھ اٹھوالوں تو کل قیامت کے دن آقا و مولیٰ ﷺ کے حضور کس منہ سے شفاعت کا طلبگار رہوں گا؟ اگر انہوں نے دریافت فرمایا کہ تحسین رضا، تمہیں بوجھ اٹھوانے کے لیے میرا ہی شہزادہ ملا تھا تو لو آج اپنے اعمال نامہ کا بوجھ خود اٹھاؤ، میرے پاس شفاعت کے لیے کس منہ سے آئے ہو تو میں کیا جواب دوں گا۔''

میں نے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے دیکھتے تو لرز گیا۔ میں حیران تھا کہ ہندوستان کا اتنا بڑا عالم، جید شیخ الحدیث، اور یہ انکساری اور تواضع وہ بھی ایک عام طالبِ علم کے ساتھ۔ حضور اکرم ﷺ کا ایسا عاشق کہ دور دراز نسبی نسبت کا اس قدر پاس لحاظ۔ میرا دل چاہا کہ میں ان کے قدم چوم لوں مگر مجھے پتا تھا کہ جو اپنی دست بوسی بھی کروانا پسند نہیں کرتا وہ بھلا پابوسی کی اجازت کیسے دے گا۔ لیکن میرے معصوم دل نے اسی وقت یہ فیصلہ کرلیا اور اس بات کی مجھے مسرت بھی ہوئی کہ میں اگر چہ استاذِ محترم کی خدمت کی سعادت سے محروم رہا لیکن یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں سید عالم ﷺ کے ایک عاشقِ صادق، اللہ تعالیٰ کے ایک ولیِ کامل، ایک جید عالمِ باعمل کی ہم نشینی اور رفیقِ سفر ہونے کی سعادت سے ضرور بہرہ مند ہورہا ہوں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے استاذِ محترم کا رتبہ بلند فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔''

حضرت صدر العلماء شہید راہِ حق ہیں۔ وہ تمام عمر محبوبِ خدا، سرورِ ہر دوسرا، آقا و مولیٰ مصطفی و مجتبیٰ ﷺ کے ''دندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی'' بن کر رہے۔ انہی کا چرچا کرتے رہے، انہی کی محفل سجاتے رہے، انہی کے شمائل و فضائل بیان کرتے رہے۔ ہزاروں گمگشتگانِ راہ کو نورِ ہدایت کی راہ دکھائی، ہزاروں تشنگانِ علمِ حقیقی و نورانی کو علومِ مصطفی ﷺ کے چشمۂ صافی سے سیراب کیا۔ [illegible] بے قرار دلوں کو مئے عشقِ مصطفی ﷺ سے سرشار کیا اور عاشقانِ صادق کا ایک ایسا عظیم قافلہ تیار کرگئے جو تاصبحِ قیامت ان کے علم کے چراغ کی مستعار لو سے چراغ جلاتا اور ذکرِ رسول ﷺ کی روشنی کو پھیلاتا رہے گا۔

بلاشبہ حضرت صدر العلماء عشقِ مصطفی ﷺ میں شہید ہوکر شفیعِ امت، نبی رحمت ﷺ کی آغوشِ رحمت میں جا پہنچے اور فائز المرام ہوگئے لیکن اے وارثانِ مسندِ اعلیٰ حضرت اور اے سجادگانِ خانقاہِ عالیہ رضویہ! ان کی روح مبارکہ اپنے حبیب ﷺ کی آغوشِ کرم سے بغلگیر ہوتے ہوئے نسیمِ چمنستانِ رضا کی لہروں پر ایک اہم اور ضروری پیغام بھی نشر کرگئی جس کی گونج پورے عالمِ اہلسنّت بلکہ عالمِ اسلام میں سنی جارہی ہے اور تم نے بھی یقیناً سنا ہوگا اور اگر تم نے اس پر غور نہیں کیا تو دوبارہ سن لو۔

بصدقِ فطرتِ رندانۂ من
بسوزِ آہِ بے تابانۂ من
بدہ آں خاک را ابرِ بہارے
کہ در آغوش گیرد دانۂ من!

اب سب سے بڑا سوال یہی ہے کہ حضرت علامہ مولانا رضا علی خاں قادری نور اللہ مرقدہٗ نے علم و حکمت کے جس گلشن کی آبیاری اور جس چمنستان میں عشقِ رسول ﷺ کی تخم ریزی کی تھی، گذشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ان کے عظیم وارثانِ علم حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں قادری برکاتی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی نوری، مفتیِ اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفی رضا خاں نوری قادری برکاتی، حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں قادری رضوی، صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں قادری رضوی نوری، علامہ مولانا ریحان

رضا خاں قادری رضوی نوری رحمہم اللہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا اختر رضا خان قادری رضوی نوری مدظلہ العالی ابرِ بہار بن کر اس کی آبیاری اور باغبانی کرتے چلے آرہے تھے لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں کہ اب صدر العلماء کے وصال کے بعد آنے والے دنوں میں کوئی وارثِ حقیقی نظر نہیں آرہا ہے۔

ز کار بے نظام او چہ گویم
تو ی دانی کہ مدت [illegible] است

اس لیے خانوادۂ رضا پر یہ فرضِ کفایہ ہے اور انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اس چمن کی رکھوالی اور اس کی آبیاری کے لیے کس فرد کو جملہ صلاحیت، اہلیت، تعلیم اور تربیت کے ساتھ تیار کیا جائے تاکہ آنے والے دس برسوں میں گلشنِ رضا میں پھر تازہ بہار آئے اور علم و حکمت کے چمن میں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے گلستان جدید تقاضوں اور بدلتے ہوئے ملکی اور عالمی افق کے حالات کی مناسبت سے مزید تخم ریزی کی جائے، نئی قلمیں لگائی جائیں اور اس کو خزاں سے بچانے اور مزید پھلنے پھولنے کے لیے بہتر طریقہ کار استعمال کیا جائے۔

ابھی راقم ان سطور کو تحریر کر ہی رہا تھا کہ گلشنِ رضا، بریلی شریف کی فضاؤں سے ہاتفِ غیبی کے ذریعہ محبّ من اخی العزیز الکریم حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی حفظہ اللہ الباری کی آواز آئی اور انہوں نے حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کی تدفین کی تفصیل بتاتے ہوئے تین اہم باتیں سنائیں:

۱۔ صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے جنازے میں ۵ لاکھ سے زیادہ مردانِ خدا کا اجتماع ہوا۔ نمازِ جنازہ ابوالکلام آزاد کالج کے میدان میں ادا کی گئی۔

۲۔ صدر العلماء قدس سرہٗ کی ایک عزیزہ نے آزاد کالج کے قریب ہی ۸۰۰ مربع گز کا قطعۂ زمین حضرت کے مزارِ مبارک اور خانقاہ کی تعمیر کے لیے آپ کے صاحبزادے حضرت حسان رضا صاحب کو ہبہ کر دیا جس میں حضرت صدر العلماء کی تدفین عمل میں آئی اور یہیں ان شاء اللہ آپ کا شایانِ شان مزار شریف اور خانقاہ شریف کی تعمیر بھی ہوگی، جب کہ ہر سال حضرت صدر العلماء کا عرسِ مبارک کی مجلس آزاد کالج کے میدان میں منعقد ہوا کرے گی۔

۳۔ چراغے از چراغِ او برافروز۔ سب سے اہم بات یہ بتائی کہ جامعہ نوریہ رضویہ کے اساتذۂ کرام اور خانوادۂ رضا کے بزرگوں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے دو پوتے مجلسِ چہلم کے بعد ان کی (یعنی علامہ حنیف رضوی مدظلہ العالی) کی تحویل میں دے دیے جائیں گے جو اپنی نگرانی میں ان دونوں شاہزادگان کو جدید خطوط پر علومِ اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مستقبل قریب میں خانوادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی مسندِ علم کے امین اور وارث بننے کے لیے آپ کی تربیت بھی فرمائیں گے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء.

خواجہ تاشانِ رضویت کے لیے بالخصوص اور عوامِ اہلسنّت کے لیے بالعموم یہ ایک اچھی خبر ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہم رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ علامہ محمد حنیف خاں

رضوی صاحب زیدہ مجدہٗ کے اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان کی مدد فرمائے اور سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے مالک ومولیٰ، سب سے اولیٰ واعلیٰ نبی مکرم ومحتشم ﷺ کے طفیل ان شاہزادگانِ خانوادۂ رضا کو نہایت دلجمعی، استقامت، مستعدی اور پامردی کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کی سچی وراثت کا امین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

خسروا حافظِ درگاہ نشیں فاتحہ خواند
وز زبانِ تو تمنائے دعائی دارد

یہ بات خوش آئند ہے کہ صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خان نوری رضوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات اور کارناموں پر مشتمل ایک مختصر کتاب بعنوان ''صدر العلماء'' آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکی تھی اور حضرت کی نظر سے بھی گذری تھی۔ اس کے مصنف گوجرانوالہ (موڑ ایمن آباد) کے نوجوان فاضل عزیزی مولانا اجمل رضا اختر القادری سلمہ الباری ہیں۔ یہ کتاب حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی زید مجدہٗ نے محترم سعید نوری صاحب کی مشاورت و معاونت سے رضا اکیڈمی، ممبئی سے کچھ ماہ پہلے شائع کی ہے۔ محبی مولانا اجمل رضا زید عنایتہٗ نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے راقم سے حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ کے درویشانہ مزاج، انکساری اور شہرت و نام ونمود سے احتراز کی ایک اور تابندہ اور قابلِ تقلید مثال بیان کی کہ جب اس کتاب کا اصل کمپوز شدہ مسودہ انہوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں نظر گذاری کے لیے بھیجا تو حضرت اس کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے موصوف کو شکریہ کا خط لکھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی، فقیر نے ایسا کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اس پر ایک کتاب لکھی جائے۔ بہرحال اگر آپ اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں تو فلاں فلاں باتوں کو حذف کر دیں اور فلاں فلاں جگہ پر الفاظ میں تبدیلی کر دیں کیوں کہ ان میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کا میں خود کو اہل نہیں سمجھتا اور بعض ایسے جملے ہیں جن سے خودنمائی، خودستائش کی بو آتی ہے اور یہ میری طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ حالآنکہ بقول مولانا اجمل رضا صاحب، جن جن امور کے بارے میں حضرت ممدوح نے حذف یا تبدیلی کرنے کو تحریر کیا تھا، ان میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف واقع ہو۔ اس میں بیان کردہ تمام واقعات اور حالات وکوائف حضرت العلام علیہ الرحمۃ کے خصوصی تلامذہ اور بریلی شریف کے دیگر علماء اور خانوادۂ رضا کے بزرگ اور مستند افراد سے حاصل شدہ اور ان کے تصدیق شدہ ہیں۔ پھر یہ کہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی، ان کے دیگر شریک کار اساتذۂ کرام مثلاً علامہ مولانا صغیر اختر رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے اس مسودہ پر اشاعت سے قبل نظر ثانی بھی کی تھی لیکن اس کے باوجود حضرت نے ان باتوں کو اپنی تعریف میں غلو تصور کیا۔ دراصل وہ تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے جہاں پہنچ کر انسان فنا فی اللہ کی منزل پالیتا ہے۔ اس کے مذہب میں اپنے حالات کی واقعیت کا بیان اور اپنے علم وفضل اور خوبیوں کا خود منسوب اظہار بھی ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ہر خوبی اور نعمت کی نسبت اللہ رب تعالیٰ کی طرف کرتا ہے۔ اس کے لوحِ دل پر ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ کندہ ہوتا ہے اور وہ زبانِ حال سے خود اپنی کیفیت یوں بیان کرتا نظر آتا ہے۔

نہ با ملّا نہ با صوفی نشینم

تو می دانی کہ من آنم نہ اینم

نویس 'اللہ' بر لوحِ دلِ من

کہ ہم خودرا ہم اورا فاش بینم

بہرحال عزیزی الکریم مولانا اجمل رضا سلمہ الباری نے بزرگانِ کرام کی حیات میں انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے اور ان کے اپنے مصدقہ حالات وکوائف کو کتابی شکل میں شائع کرنی کی ایک اچھی طرح ڈالی ہے جس پر ہم انہیں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ان جیسے فاضل نوجوان قلمکار یقیناً اہلِ سنت کے بزرگ علماء و زعما کی ستائش کے بھی مستحق ہیں۔ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد صوروی ومعنوی کے لیے بھی مولانا اجمل صاحب کا یہ عملِ صالح باعثِ ترغیب وتشویق ہوگا۔ ان حضرات کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ حضرت کی ایک جامع سوانح حیات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ان کے علمی ورثہ کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرکے آنے والی نسلوں کے افادہ کے لیے منصۂ شہود پر لائیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اولیاء باذنہٖ بعدِ وصال بھی زندہ وتابندہ رہتے ہیں۔ ان کے مزار اور خانقاہ کی تعمیر ایک احسن روایت ہے لیکن ان کے آثارِ علمی کی اشاعت اور آئندہ نسلوں تک منتقلی سونے پر سہاگہ ہے۔ قلم وقرطاس کے ذریعہ محفوظ ورثۃ العلمی نہ صرف صاحب مزار بلکہ آنے والی نسلوں اور تاصبحِ قیامت اس سے استفادہ کرنے والوں کے لیے بھی صدقۂ جاریہ ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت صدر العلماء قدس سرہٗ کے صاحبزادگانِ باوقار بالخصوص حضرت صاحبزادہ حسان رضا قادری رضوی زید مجدہٗ اور حضرت کے فاضل تلامذہ بالخصوص حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی اس سلسلے میں ضرور منصوبہ بندی کر چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی سعی وکاوش کو بارآور فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمۃ کی علمِ حدیث شریف کی خدمت کے طفیل مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیّین میں مقامِ بلند سے سرفراز فرمائے، ملتِ اسلامیہ کو ان کا نعم البدل اور ان کے صوروی و معنوی پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین ﷺ

بایں پیری رہِ طیبہ گرفتم

نوا خواں از سرورِ عاشقانہ

چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام

کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ [۴]

حوالہ جات

۱۔ العلم والعلماء (اردو ترجمہ، جامع البیان العلم وفضلہ) مصنفہ علامہ ابن عبد البر اندلسی، مترجم عبد الرزاق ملیح آبادی، ص:۴۹، ناشر ادارۂ تعلیماتِ اسلامیہ، انارکلی، لاہور، ۱۹۷۷ء

۲۔ ایضاً، ص:۴۸

۳۔ ایضاً، ص:۱۴۰

۴۔ علامہ اقبال کی روح سے معذرت کے ساتھ، پہلے مصرع میں تصرف ہے۔ اصل مصرعہ یوں ہے:

ع بایں پیری رہِ یثرب گرفتم

موت العالِم، موت العالَم ☆ موت العالِم، موت العالَم

شہید بریلی

﴿اپنی بات۔۲﴾

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

حضرت مولنا تحسین رضا خاں قادری بریلوی ابن مولنا حسنین رضا خاں قادری بریلوی (المتوفی ۵صفر المظفر ۱۴۰۱ھ / ۱۴دسمبر ۱۹۸۱ء) ابن مولنا حسن رضا خاں قادری بریلوی (المتوفی ۱۳۲۶ھ) ابن مولنا نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) ابن مولنا محمد رضا علی خاں بریلوی (م۱۲۸۲ھ) خاندان رضا کے آخری سلف بھی اللہ کو پیارے ہوئے مگر اس طرح کے جام شہادت نوش کرتے ہوئے اور جس کو یہ جام مل گیا اس کو پھر بقا ہی بقا ہے اور کیوں نہ آپ کو جام شہادت ملتا کہ جمعہ کا دن جمعہ کی امامت کے لئے (اللہ کی راہ میں) نکلے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دفعہ اعزاز اخروی عطا کیا جس کی گواہی خود اس کی کتاب دے رہی ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ o (ال عمران: ۱۵۷)

اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور جو اللہ کی راہ میں مارا جائے یا مرجائے اس کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَo (البقرة: ۱۵۴)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اس ظاہری موت سے کسی کو چھوٹ نہیں ہے۔ شاعر نے سچ کہا

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ سے راقم کی نہ کوئی بالمشافہ ملاقات تھی اور حسن اتفاق سے نہ کوئی قلمی ملاقات رہی۔ اگرچہ احقر کے پورے ہندوستان سے بے شمار علماء، مفتیان اور اسکالرز سے قلمی روابط ہیں مگر عجیب اتفاق کہ کبھی آپ سے قلمی رابطہ نہ ہوسکا۔ مگر آپ چونکہ خاندان رضا کے چشم و چراغ تھے اور عمر و تقویٰ کے اعتبار سے آپ غالباً خاندان رضا کے آخری سلف تھے جن کے تقویٰ طہارت سے متعلق میں نے کئی حضرات سے آپ کے متعلق باتیں سنیں مثلاً پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب، علامہ مفتی محمد نصر اللہ خاں افغانی، حضرت علامہ مولنا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری حامدی (م۲۰۰۲ھ)، حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (م۱۴۱۷ھ) حضرت علامہ مولنا مفتی تقدس علی خاں قادری بریلوی (م۱۴۰۸ھ)، مولنا صاحبزادہ وجاہت رسول قادری وغیرہا۔ الحمدللہ آپ کو مرتبۂ شہادت نصیب ہوا۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ رب العزت اپنے حبیب لبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے آپ کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ کی معیت اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دامن نصیب فرمائے۔ آمین

موت العالِم، موت العالَم ☆ موت العالِم، موت العالَم

آخر میں شہر کراچی کے ایک صوفی بزرگ حضرت سائیں عبدالغنی قادری قلندری (۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) خلیفہ مجاز مولٰنا سید گل حسن شاہ قادری قلندری پانی پتی خلیفہ سید غوث علی شاہ قلندری پانی پتی کے منظوم قصائد میت سے چند اشعار نذر کر رہا ہوں:

الٰہی رحمت و برکت ہو روحِ حضرت پر
اور ان کی منزلِ اوّل کو سہل آساں کر

خدا کرے کہ جنت مقام ہو ان کا
مکانِ نور بدر السلام ہو ان کا
خدا کے فضل سے خرم ہو وہ سائیں غنی
یہ ذکر خیر بعالم مدام ہو ان کا

الٰہی رحمت و برکت ہو روحِ حضرت پر
اور ان کی منزلِ اوّل کو سہل آساں کر

خدا کے جتنے بھی ہیں کام سب ہیں حکمت کے
سمجھ میں کچھ نہیں آتے ہیں نظام قدرت کے
کوئی پیدا ہوتا ہے کیوں اور غنی مرتا ہے کیوں
ہیں پائے لنگ یہاں فہم و فراست کے

الٰہی رحمت و برکت ہو روحِ حضرت پر
اور ان کی منزلِ اوّل کو سہل آساں کر

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں خدا بخشے
جو عمداً اور سہواً ہوگئیں کچھ خطا خدا بخشے
طفیل اپنے حبیب پاک کے اور کل صحابہ کے
غنی سائیں اب اس مرحوم کو ربّ علا بخشے

الٰہی رحمت و برکت ہو روحِ حضرت پر
اور ان کی منزلِ اوّل کو سہل آساں کر

بڑا خوش بخت ہے وہ جس پہ خالق کی عنایت ہو
کہ وہ خوشنود ہو اور جس پہ اس کی خاص رحمت ہو
بڑا خوش بخت ہے وہ جس کی واں پر قبر ہو روشن
ہو خیر اس کے لئے جاری جو ما کو مسرت ہو

الٰہی رحمت و برکت ہو روحِ حضرت پر
اور ان کی منزلِ اوّل کو سہل آساں کر

مسافر خوش وہ ہوگا زادراہ جس نے لیا ہوگا
خدا کی راہ میں خیرو بھلائی کچھ کیا ہوگا
وہی کام آئے گا اس دم مغفور کو برائے حق
غنی سائیں کہ جس نے زندگی میں کچھ دیا ہوگا

دعا مانگو کہ حضرت کو حق جلِّ علا بخشے
طفیلِ حضرت احمد مصطفٰی بخشے

حضرت صوفی سائیں عبدالغنی قادری قلندری
(قصیدہ میت ص ۲۸ تا ۳۱ مطبوعہ کراچی)

﴿اپنی بات ۔۳﴾

سلطان الواعظین

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد*

ستر سال سے زیادہ عرصہ تک دین کی بے لوث اور پر جوش ہمہ جہتی خدمات سرانجام دینے کے بعد، بالآخر ۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق ۴ اگست ۲۰۰۷ء کو اہل سنت و جماعت کے ممتاز ترین خطیب، مصنف اور ماہنامہ ماہ طیبہ کے ذریعے دینی صحافت میں ایک نئی جدت پیدا کرنے والے سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، راولپنڈی میں بعد از نماز ظہر وصال کر گئے۔ ان کی عمر ۹۷ برس تھی۔ ۵ اگست کو بعد از نماز ظہر آپ کو، ان کے آبائی گاؤں کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ میں اپنے والد محترم حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی (م۔۱۹۵۱ء) کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے خلف رشید صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں ملک کے ممتاز علماء، مشائخ، سیاسی و سماجی رہنماؤں اور عوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آپ کے قل ۷ اگست کو اور ۱۳ اگست کو دسواں ہوا۔ آپ کا چہلم ۹ ستمبر کو کوٹلی لوہاراں میں ہوگا۔ آپ کے وصال پر ملک اور بیرون ملک کے علماء و مشائخ نے ذاتی طور پر حاضر ہو کر تعزیت کی۔ جبکہ تعزیتی پیغامات اور ایصال ثواب کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی (۱۴ اپریل ۱۹۱۳ء۔۴ اگست ۲۰۰۷ء) بمطابق (ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ۔رجب المرجب ۱۴۲۸ھ) کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی علوم کی تکمیل والد ماجد سے کی۔ آپ دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور کے فاضل تھے۔ آپ کے اساتذہ میں سید ابومحمد محمد دیدار علی شاہ الوریؒ اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادریؒ بھی شامل تھے۔ ''ابوالنور'' کا خطاب مولانا دیدار علی شاہ صاحب نے دیا تھا جب مولانا بشیر کوٹلوی نے ان کے سامنے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا قصیدہ نور پڑھا۔ آپ نے دوران تعلیم ہی تحریر و تقریر کی ابتدا کر دی تھی۔ بعد ازاں آپ نے انہی دو علمی میدانوں میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا دنیا بھر سے لوہا منوایا۔ آپ اپنی شیریں خطابی، فاضلانہ و عالمانہ تقاریر و تصانیف، حاضر جوابی، بذلہ سنجی اور اردو اور پنجابی شاعری کی وجہ سے اہل سنت کے محبوب و مقبول ترین عالم بن گئے۔ آپ نے پاکستان اور بھارت کے کونے کونے میں مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور تبلیغ کی۔ آپ نے مشرق وسطیٰ اور یورپ کے متعدد ممالک کے تبلیغی اسفار کیے۔

ایک صاحب طرز اور خوش بیاں خطیب ہونے کے علاوہ آپ کثیر التصانیف بھی تھے۔ آپ نے مختلف دینی، علمی اور اعتقادی موضوعات پر کئی کتب تصانیف کیں۔ جن میں چند کے نام درج ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ تاریخ، اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

آنا جانا نور کا، ختم نبوت، خطبات (دو جلدیں)، سنی علماء کی حکایات، دیو بندی علماء کی حکایات، لبیک یا سیدی، مفید الواعظین، واعظ (چار حصے)، خطیب، محفل میلاد اور سچی حکایات (پانچ حصے)۔ سچی حکایات کا مکمل ہندی ترجمہ اور پہلے دو حصوں کا انگریزی ترجمہ بھی شائع شدہ ہے۔ آپ کی کتب پاکستان کے علاوہ بھارت سے بھی شائع ہو رہی ہیں۔ ان تصانیف کے علاوہ آپ کے دو شعری مجموعے، آج کل اور جبل نور بھی شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ماہ طیبہ میں حاجی حق حق کے قلمی نام سے پر لطف شاعری بھی کرتے تھے۔ علاوہ ازیں پاکستان اور بھارت کے مؤقر رسائل و جرائد میں آپ کے مضامین، فتاویٰ اور شاعری ہنوز شائع ہو رہی ہے۔ جولائی ۱۹۵۱ء میں آپ نے کوٹلی لوہاراں سے ماہنامہ ماہ طیبہ جاری کیا جو اکیس سال سے زائد عرصہ تک مسلسل شائع ہوتا رہا۔ اس کے ذریعے آپ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور ترجمانی کی اور اس کی حقانیت واضح کی۔ آپ کی دیگر تصانیف کی طرح ، ماہ طیبہ آج بھی اہل سنت و جماعت کی اعتقادی اور فکری تحریک کا ایک امتیازی نشان اور مستند حوالہ ہے۔

مولانا بشیر کوٹلوی نے تحریک پاکستان میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی تاریخی بنارس سنی کانفرنس میں شریک ہوئے اور اس موقعہ پر تشکیل دی جانے والی متعدد کمیٹیوں میں سے ایک، نکاح کمیٹی کے اہم رکن بنائے گئے۔ آپ نے اپنی تقاریر کے ساتھ ساتھ اپنے مضامین کے ذریعے بھی نظریہ پاکستان کی بھرپور حمایت کی، قوم پرست پاکستان مخالف علماء اور دیگر سیاسی قوتوں کے اعتراضات کا مدلل رد کیا اور مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا۔ آپ مارچ ۱۹۴۸ء میں ملتان میں منعقدہ جمعیت علماء پاکستان کے تاسیسی اجلاس میں بھی شریک ہوئے۔

مولانا بشیر کوٹلوی نے اپنے مواعظ اور تصانیف سے اسلام دشمن قوتوں کا مدلل رد کیا۔ آپ نے اہل سنت و جماعت کی کئی نسلوں کو فکری اور اعتقادی طور پر متاثر کیا اور ان کی فکر و عمل کے میدان میں مسلسل تربیت کی۔ اگرچہ مولانا بشیر کوٹلوی نے باقاعدہ درس و تدریس کبھی نہیں کی لیکن موجودہ دور کے سنی علماء و مشائخ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے ان کے مواعظ اور کتابوں سے استفادہ نہ کیا ہو۔ اگرچہ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مجاز تھے لیکن آپ نے بہت کم لوگوں کو بیعت کیا۔ آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کئی غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا بشیر کوٹلوی نے اپنے تبحر علمی، فن خطابت، طرز تحریر اور لطیف طنز و مزاح کی وجہ سے دنیا بھر کے اردو و پنجابی داں طبقے میں اپنا الگ مرکزی اور امتیازی مقام بنایا۔ مولانا بشیر کوٹلوی کا نام اپنے اندر ایک فکر، ایک ادارہ، ایک تحریک، ایک تاریخ اور ایک بزرگی لیے ہوئے ہے۔ جس سے تا قیامت عالم اسلام فیض یاب ہوتا رہے گا۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے سرپرستِ اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب، صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر اراکین و عہدیداران، سوگواران کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

تفسیرِ رضوی

سورة البقرة

معارفِ قرآن
من افاضات امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(ح) مقولہ جلست بين يديه میں مراد حدودبصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہوگا۔ کہ یہ بیٹھنا بات چیت کے لئے ہے۔ جس کا تعلق سماع سے ہے۔ اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود ومختصر ہے۔ چنانچہ کشاف، مدارک۔ اور شربینی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

حقيقة قوله جلست بين يدى فلان ان تجلس بين جهتين المسامتين ليمينه و شما له قريبا منه فسميت الجهتان يدين لكونهما على سمت اليدين مع القرب منهما توسعا كما يسمى الشئى باسم غيره اذ جاوره.

قول جلست بين يدى فلان کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو مقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے ان دونوں جہتوں کو دوہاتھ سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں انہیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں۔ اور یہ مجازاً ہے جیسا کہ دو پاس والی چیزوں میں ایک نام دوسرے کو دیدیا جاتا ہے۔

(خطیب شربینی کی یہی عبارت ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا)

تنبیہ۔ اس عبارت میں اس معنی کو شرع میں حقیقی کہا اور بعد میں مجازی قرار دیا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے تفصیلی کے معنی کے لحاظ سے تو یہ مجاز ہے۔ اور اجمال کے لحاظ سے معنی حقیقی۔

(ط) ایک شخص قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہے۔ مگر خود بے وضو ہے۔ تو وہ اپنے خادم سے کہتا ہے: میرے سامنے قرآن عظیم لے کر بیٹھ جاؤ۔ تو یہاں قریب سے ایسا قرب مراد ہوگا کہ پڑھنا ممکن ہو۔ اور یہ قرب تیز نگاہی اور ضعف بصارت کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ اور تحریر کے جلی اور خفی ہونے کے لحاظ سے بھی متعدد ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب کے یہ مختلف معانی موارد اور مقامات کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تو لفظ بين يديه سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے۔ جس سے اذان کا منبر کے متصل یا مسجد کے اندر ہونا سمجھا جائے۔ نہ یہ کہ حکم دیا جائے کہ اذان منبر سے لگ کر دیجائے۔ اور چونکہ اس قرب کے مدعی وہ لوگ ہیں اور لفظ بین یدیہ سے اس مدعی پر وہی لوگ استدلال کرتے ہیں۔ تو انہیں ہی علاحدہ سے کوئی دلیل لانی چاہئے کہ یہاں اس لفظ سے مراد یہی قرب ہے۔ اور یہ بھلا ان کے بس کی بات کہاں۔

اور وہ خود یہاں بین یدیہ کے معنی متعین کرنے سے عاجز ہوں۔ تو ہم سے دریافت کریں ہم تبرعا انہیں بتاتے ہیں کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جو اس لفظ کا مدلول ہے یعنی موجود مشاہد۔ جسے دیکھنے کے لئے چہرہ دائیں یا بائیں موڑنے کی ضرورت نہ پڑے۔ قرب، کے تمام افراد میں یہی معنی مشترک ہیں اور اس معنی پر اضافہ تو موقع استعمال کی خصوصیت سے مستفاد ہوتا ہے جو مسئلہ دائرہ میں مسجد کی باہری حدیں اور بیرونی صحن ہے۔

بات مکمل ہوگئی اور مسلک حق موید بالدلیل ہوگیا۔ اللہ تعالی کا فیصلہ ظاہر ہوگیا مگر یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہم تو اس ظہور حق پر اللہ تعالی کی حمد ہی کرتے ہیں۔

(۳) یہاں بین یدیہ کی حد متعین کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حکم العدل ہیں۔ اور جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد میں ہوتا تھا وہ حق وباطل کے درمیان امتیاز ہے۔ جسے حدیث صحیح سے سنا جا چکا کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی، تو قرب کی بحکم رسول یہی حد مقرر ہوئی۔ اور جو اس پر اضافہ کرے یا اس میں کمی کرے وہ ظلم وتعدی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اس قرب مروی میں اضافہ کر کے داخل مسجد کر دیا اس نے سنت

رسول پر زیادتی کی، اور جس نے اس قرب میں کمی کی کہ ہر سہ معنی مسجد سے اس کو خارج کر دیا اس نے بھی ظلم کیا اور جس نے دو آخری معنی کے اعتبار سے خارج مسجد کیا۔ اور معنی اول کے اعتبار سے داخل مسجد کیا اس نے حق کے موافق حکم کیا۔ اور حکم تو اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(۲) الحمد للہ گزشتہ صفحات میں تحقیقات کے جو گلشن لہلہائے ان سے ان صاحب کی ناسمجھی ظاہر ہو گئی جنھوں نے اذان خطیب کے داخل مسجد ہونے پر مفردات امام راغب اصفہانی کے اس قول سے استدلال کیا:

یقال ھذا الشی بین یدیک ای قریبا منک۔

کہا جاتا ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے ہے یعنی تم سے قریب ہے۔

اور کشاف اور مدارک کے مذکورہ بالا قول سے۔

جلست بین یدی فلان الخ۔

میں فلاں کے سامنے بیٹھا۔ (الی آخرہ)

اولا۔ ہم تو اس کا اعتراف ہی کرتے ہیں کہ لفظ بین یدیہ بسا اوقات قرب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خود قرب میں بھی تو بڑی وسعت ہے۔

ثانیا۔ انہیں یہ امر محسوس ہی نہ ہوا کہ یہاں لفظ بین یدیہ کے معنی مشترک حاضر ومشاہد پر قرب کی زیادتی جلوس کی خصوصیت سے مستفاد ہے۔ پھر اس جلوس خاص کے بھی متعدد مراتب ہیں۔ ایک بازاری آدمی اور وزیر اعظم دونوں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دونوں ہی اپنے اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ میں بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا۔ لیکن دونوں پاس میں کتنا فرق ہوتا ہے کہ وزیر بادشاہ کے ساتھ صدر میں ہوتا ہے اور عام آدمی جوتا نکالنے کی جگہ بلکہ چوکھٹ کے باہر۔ تو اس لفظ سے قرب پر استدلال الٹ گیا کہ دربار کے دروازہ کی چوکھٹ کے پاس بیٹھنے والا بھی صدر میں بیٹھنے والے کی طرح بین یدیہ اور پاس ہے۔

ثالثا۔ راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے۔ کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنی بتائے وہ ان ائمہ لغت وتفسیر کے خلاف ہے یا موافق۔ اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لغت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی۔ اور اگر خلاف نہیں تو حاضر ومشاہد میں جتنا قرب ہے اس پر قناعت کیوں نہیں۔ حالانکہ رویت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لابدی ہے۔ یا تو قرب کی ایک متعین حد مانتے ہوا اور اسے کلی مشکک نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے جیسا ناسمجھ ہی دے سکے گا۔

اللہ تبارک وتعالی اپنے قول حق میں فرماتا ہے:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر

قیامت قریب ہوئی اور چاند شق ہو چکا۔

بلکہ اسی قدوس وپروردگار نے فرمایا:

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون

لوگوں کے حساب کی گھڑی آپہنچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کر رہے ہیں۔

حالانکہ حساب قیام قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا۔ اس وقت ایک دن کی مقدار آج کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

رابعا۔ امام قدوری نے اپنی شرح میں فرمایا اشیاء کی حفاظت کے دو طریقے ہیں۔

(۱) نگراں کے ذریعہ حفاظت۔ جوہرہ نیرہ میں اس کی تشریح فرمائی کہ محافظ چیز سے اتنا قریب ہو کہ اسے دیکھتا رہے۔ اور اگر اتنا دور ہو گیا کہ چیز نگاہ سے اوجھل ہو گئی تو یہ حفاظت نہیں ہے۔ امام قدوری اور صاحب جوہرہ نے قرب وبعد کا مدار دیکھنے نہ دیکھنے پر رکھا۔ تو کلام راغب میں بھی قرب سے مراد یہی حاضر ومشاہد ہونا چاہیے جیسا کہ دیگر ائمہ لغت وتفسیر کی تحقیق ہے۔

جاری ہے.........

۱۰۔ گناہ صغیرہ و کبیرہ

معارفِ حدیث
من افاضات امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(۱) گناہ صغیرہ وکبیرہ کی پہچان

۱۳۹۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار۔

فتاویٰ رضویہ ۹/۲۵۸

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کوئی گناہ بار بار کرنے سے صغیرہ نہیں رہتا اور کوئی گناہ توبہ کے بعد کبیرہ نہیں رہتا۔ ۱۲م

(۲) جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے

۱۴۰۔ عن خریم بن فاتک الأسدی قال: صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصبح فلما انصرف قام قائما فقال: عُدلت شهادۃ الزُّور بالاشراک باللہ ثلاث مرات ثم تلا هذہ الآیة واجتنبوا قول الزُّور حنفاء للہ غیر مشرکین به۔ فتاوی رضویہ ۵/۱۳۴

حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہوکر ارشادفرمایا: جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔ یہ جملہ تین بار ارشادفرمایا۔ پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، جھوٹے قول سے دور رہو، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اسکا کسی کوشریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔ ۱۲م

۱۴۱۔ عن أبی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ألا أُخبِرُکُم بأکبرِ الکبائر، قالوا: بلی، یا رسول اللہ، قال: الاشراک باللہ، و عقوق الوالدین، وشهادۃ الزُّور أو قول الزُّور، قال: فما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقولها حتی قلنا: لیته سکت۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتادوں، صحابۂ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ سرکار نے ارشادفرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی، اور جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات بڑے بڑے گناہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح مسلسل فرماتے رہے یہاں تک کہ (خوف زدہ ہوکر) ہم کہنے لگے: کاش سرکار خاموش ہوجاتے۔ فتاویٰ رضویہ ۵/۱۳۴

(۳) جھوٹا گواہ جہنمی ہے

۱۴۲۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لن تزول قدما شاهد الزُّور حتی یوجب له النار۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اسکے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ۵/۱۳۴

(۴) گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے

۱۴۳۔ عن النواس بن سمعان الأنصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: أَلْاِثْمُ مَاحَاکَ فِی صَدْرِکَ.

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔ فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۹/۱۹۶

(۵) ارتکاب کبائر سے ایمان نہیں جاتا

۱۴۴۔ عن أبی ذر الغفاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلیٰ ذٰلِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ، قال: وان زنی وان سرق، قلت: و ان زنی و ان سرق، قال: وان زنی وان سرق، ثلاثا ثم قال فی الرابعة: عَلیٰ رَغْمِ أَنْفِ أَبِی ذَرٍّ، قال: فخرج أبو ذر وهو یقول: وإن رغم أنف أبی ذر.

فتاویٰ رضویہ ۳/۳۶۴

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں جو "لا الہ الا اللہ،، پڑھ کر مرجائے مگر جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا: چاہے وہ زنا کرے، چاہے وہ چوری کرے، حضور نے فرمایا: خواہ وہ زنا کرے، خواہ وہ چوری کرے، میں نے عرض کیا: خواہ وہ زنا کرے، خواہ وہ چوری کرے، فرمایا: چاہے وہ زنا کرے، چاہے وہ چوری کرے۔ یہ عرض ومعروض تین مرتبہ ہوا۔ چوتھی بار میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر کی ناک غبار آلود ہونے پر (یعنی خواہ ابوذر کو یہ بات ناپسند ہو لیکن ہے ایسا ہی)۔ حضرت ابوذر غفاری جب بارگاہ رسالت سے واپس تشریف لائے تو کہہ رہے تھے: اگر چہ ابوذر کی ناک غبار آلود ہی کیوں نہ ہو۔۱۲م

حوالہ جات

۱۳۹۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/۲۰۹
☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۸/۵۷۰
☆ کشف الخفا للعجلونی، ۲/۵۰۸
☆ الدرر المنتشرة للسیوطی، ۱۸۰
۱۴۰۔ السنن لا بن ماجة، الشهادة ۱/۱۷۳
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۱۲۱
۱۴۱۔ الجامع للترمذی، الشهادات ۲/۵۴
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۱۲۱
۱۴۲۔ السنن لا بن ماجة "الشهادة" ۱/۱۷۳
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۲۲۲
۱۴۳۔ المستدرک للحاکم "البیوع، ۲/۱۴
۱۴۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، اللباس، ۲/۷۶۷
☆ الصحیح لمسلم "الایمان" ۱/۶۶
☆ المسند لا حمد بن حنبل " ۵/۱۶۶
☆ المسند لا بی عوانه " ۱/۱۹
☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱۰/۲۸۲
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۲/۱۷۰
☆ تلخیص المتشابه، ۲/۱۰۳

☆☆☆☆

جاری ہے......

معارف القلوب

کتاب: احسن الوعاء لآداب الدعاء

تذییل

گزشتہ سے پیوستہ

مصنف: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن
شارح: مجددِ اعظم امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن محشی: محمد اسلم رضا قادری

سرورِ عالم ﷺ فرماتے ہیں: لایسئل لوجہ اللہ الا الجنۃ ''لوجہ اللہ کہہ کر جنت کے سوا کوئی چیز نہ مانگی جائے۔''

گیارھویں شرط: جس قدر دیا جائے بطیبِ خاطر قبول کرے (۴۳۲)۔ زیادہ پر اصرار سے نہایت باز رہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو مال، دینے والے کی ناگواری کے ساتھ لیا جاتا ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی۔''

یہ زیادہ کے لیے اس واسطے اصرار کرتا ہے کہ زیادہ کام آئے گا اور وہاں اس سے برکت اٹھالی گئی کہ اس تھوڑے کی قدر بھی بکار آمد نہ ہوگا۔ اگر قناعت کرتا، اللہ جل جلالہ خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔

بارھویں شرط: لازم ہے کہ عیب صدقے کا پوشیدہ رکھے۔

قولِ رضا: جیسے دینے والے کو چاہئے کہ ناقص چیز صدقے میں نہ دے کہ اللہ عزوجل غنی ہے۔ صدقہ پہلے اس غنیِ مطلق جل وعلا کے دستِ قدرت میں پہنچتا، اس کے بعد فقیر کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ اب آدمی دیکھے کہ غنی کی سرکار میں کیا پیشکش کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۝ (۴۳۳)

''ہرگز نیکی نہ پاؤ گے جب تک اپنی پیاری چیزوں میں سے ہماری راہ میں خرچ نہ کرو'' اور فرماتا ہے: لَسۡتُمۡ بِاٰخِذِیۡهِ اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِیۡهِ (۴۳۴)

''تمہیں ایسی چیز دی جائے، تو نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ''

ایسے ہی صدقہ لینے والے پر لازم ہے کہ ناقص پر ناراض نہ ہو اور اس کی مذمت و شکایت نہ کرے کہ آخر اس کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت کا معاوضہ شکر ہے نہ کہ شکایت۔ اس کا کوئی قرض نہ آتا تھا کہ شکایت کرتا ہے۔

تیرھویں شرط: جو شخص مالِ ظلم یا مالِ رِبا (۴۳۵) دے، ہرگز نہ لے کہ خبیث سے سوا خبث کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

قولِ رضا: اگر معلوم ہو کہ جو کچھ یہ دیتا ہے، عین حرام ہے تو ہر طرح لینا حرام ہے۔ خواہ ہدیہ میں، خواہ صدقہ میں، خواہ اجرت میں، خواہ قرض میں، خواہ کسی طرح، ورنہ جائز۔

مالم نعرف شیئا حرامًا بعینہ بہ ناخذ قالہ محرر المذھب محمد رحمہ اللہ تعالی وقد فصلنا المسئلۃ بوجوھھا فی مجموعتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (۴۳۶)

چودھویں شرط: صدقے کو تھوڑا اور حقیر نہ جانے۔ جسے دینے والے کو چاہئے کہ بہت دے اور تھوڑا سمجھے۔ والکثیر فی جنب اللہ قلیل۔ (۴۳۷) حدیث صحیحین سے ثابت ہے کہ صدقہ کو حقیر نہ جانو اگرچہ بکری کا جلا ہوا کھر ہو۔

قولِ رضا: اس کے مخاطب صدقہ دینے والے بھی ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر ایسی ہی چیز کی استطاعت ہے تو یہی دو اور اسے حقیر نہ جانو کہ آخر امتثالِ امر ہے (۴۳۸) اور محتاج کے کچھ تو کام آئے گی وہاں انہیں دو باتوں پر نظر ہے۔ نہ کہ تمہارے قلیل و کثیر پر، کہ یوں تو تمام متاعِ دنیا شرق سے غرب تک کے سارے خزینے، دفینے ہر قلیل سے قلیل تر، ہر

ذلیل سے ذلیل تر ہیں اور جب اس وقت ناقص ہی چیز پر ہاتھ پہنچتا ہے۔ تو اب وہ آیۂ کریمہ وارد نہ ہوگی۔ جو ہم نے زیر شرط ۱۲ تلاوت کی کہ اس میں لاتیمموا الخبیث (۴۳۹) فرمایا ہے۔ ''بالقصد ناقص چیز نہ دو'' کہ ناقص و کامل دونوں پر دسترس ہے اور قصداً ناقص دو۔ ورنہ لایکلف اللّٰہ نفسا الا ما اٰتٰہا سیجعل اللّٰہ بعد عسر یسرا O (۴۴۰)

نیز حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ممکن کہ صدقہ دینے میں تھوڑی چیز کو بھی حقیر نہ جانو اگرچہ زیادہ کی استطاعت بھی ہو۔ ہاتھ پہنچتا ہے، مگر شیطان روکتا ہے، نفس آڑے آتا ہے۔ ایک شیطان کیا ستر شیطان صدقے سے باز رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہوا، ''صدقہ ستر شیطانوں کے جبڑے چیر کر نکالتا ہے۔'' تو ایسی حالت میں تھوڑا ہی دے اور اسے حقیر جان کر بالکل دست کش نہ ہو کہ آخر محتاج کے بکار آمد ہوگا اور بخل کی جڑ دل پر جمنے میں کچھ تو کمی آئے گی۔ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ (۴۴۱) اور یہاں بھی وہ آیۂ کریمہ وارد نہیں کہ اس میں لاتیمموا الخبیث فرمایا نہ کہ لاتیمموا القلیل (۴۴۲) خبیث و قلیل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پاؤ بھر کھرے گیہوں قلیل ہیں خبیث نہیں اور دس من گھنے ہوئے کہ گل کر آٹا ہو گئے خبیث ہیں نہ کہ قلیل۔

اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت اس درجہ تھی کہ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کے تصرفات مجور کر دیئے تھے (۴۴۳)۔ ہزارہا روپے ایک جلسے میں محتاجوں کو تقسیم فرما دیتیں۔

ایک بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لاکھ روپے نذر بھیجے۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کنیز کو حکم دیا، ہزار فلاں کو دے آؤ، سو فلاں کو۔ یہاں تک کہ ایک پیسہ نہ رکھا اور خود حضرت اُمّ المؤمنین کا روزہ تھا۔ کنیز نے عرض کی، حضور کا روزہ ہے اور گھر میں افطار کو بھی کچھ نہیں۔ فرمایا پہلے سے کہتی تو کچھ رکھ لیا جاتا۔

اُمّ المؤمنین نے ایک بار سائل کو ایک دانا انگور کا دیا۔ دیکھنے والے نے تعجب کیا۔ فرمایا، کم تری فیھا من مثاقیل ذرۃ ''اس میں کتنے ذرے نکل سکیں گے۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (۴۴۴) ''جو ایک ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کا اجر دیکھے گا۔''

حوالہ جات وحواشی

(۴۳۲) یعنی خوش دلی کے ساتھ قبول کرے۔

(۴۳۳) سورۂ اٰل عمران، آیت: ۹۲۔

(۴۳۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۶۷۔

(۴۳۵) یعنی سود کی کمائی سے حاصل شدہ مال۔

(۴۳۶) جب تک کسی معین شئ کا حرام ہونا ہمیں معلوم نہ ہو، اسے لے سکتے ہیں۔ یہ فقہ حنفی کو تحریری صورت میں پیش کرنے والے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد امجد، امام محمد رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے اور اس مسئلہ کو ہم نے بہت تفصیل کے ساتھ اپنے بابرکت مجموعۂ فتاویٰ، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ذکر کر دیا ہے۔

(۴۳۷) کثیر بھی اللہ کے حضور قلیل ہے۔

(۴۳۸) یعنی شریعت کے حکم کی بجا آوری ہے۔

(۴۳۹) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۶۷۔

(۴۴۰) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے۔ قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے۔ سورۃ الطلاق، آیت: ۷، ترجمہ (کنز الایمان)

(۴۴۱) جو کُل کو پا نہیں سکتا، وہ کُل کو ترک بھی نہ کرے۔ (کہ بالکل نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے)۔

(۴۴۲) خاص قلیل کا ارادہ نہ کرو۔

(۴۴۳) یعنی اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے مالی تصرف کے اختیارات لے لیے تھے کہ حاکم اسلام کو اس بات کا اختیار ہے۔

(۴۴۴) سورۃ الزلزال، آیت: ۷۔

جاری ہے

پہلی قسط

عصمتِ انبیاء علیہم السلام
اور مرسل امام زہری کا علمی جائزہ

علامہ افتخار احمد قادری*

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کو انسانیت کے سب سے عظیم منصب کے لیے وہ خود منتخب فرماتا ہے، قرآن ناطق ہے:

﴿اللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ﴾ (سورۃ الحج: ۷۵)

''اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے، بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔''

جس سے واضح ہوا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اللہ عزوجل کے منتخب اور چنے ہوئے حضرات ہوتے ہیں اور ان کا انتخاب وہ خود فرماتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ﴾ (سورۃ الانعام: ۹۰)

''یہ وہ (انبیاء و رُسُل) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت مرحمت فرمائی تو آپ انہیں کے طریقے پر چلیں آپ فرمادیں میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ تو سارے عالم کے لیے درس و نصیحت ہے۔''

علامہ قطب الدین رازی حاشیۂ کشاف پر لکھتے ہیں یہاں اقتداء سے مقصود صرف اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی موافقت کرنا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ حضور ﷺ ان سب کمالات کے جامع ہیں اس لیے آپ سب سے افضل و اکمل ہیں۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر جو فضل و کرم کی بارش فرماتا ہے۔ اس کا ذکر اس طرح فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ ھَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا﴾ (سورۃ مریم: ۵۸)

''یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا یعنی انبیاء کی جماعت یہ اولادِ آدم سے تھے اور بعض ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور بعض ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے تھے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب فرمایا۔''

ایک اور جگہ رب تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام کے پیشوا اور مقتدا ہونے کی سند عطا فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۷۳)

''اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا وہ (انبیاء) راہنمائی کا کام ہمارے حکم سے کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے کی وحی بھیجی۔''

اس سے قبل کی آیتوں میں اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ہم نے ان انبیاء کی طرف اچھے کام کرنے کی وحی کی۔ اور فرماتا ہے

﴿اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۲۴)

''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ اپنی رسالت کو رکھتا ہے۔''

جن ہستیوں کو رب تعالیٰ نبوت و رسالت جیسے سب سے عظیم منصب اور سب سے عظیم نعمت سے بہرور فرماتا ہے، ان کو ہر عیب و نقص سے

---

* شیخ الحدیث، دارالعلوم قادریہ، غریب نواز، ساؤتھ افریقہ

پاک پیدا فرماتا ہے، ان میں کوئی ایسا عیب نہیں ہوتا جس سے لوگوں کی آنکھیں نفرت کریں اور ایسا کوئی نقص نہیں ہوتا جس کے باعث لوگوں کے دل ان کو حقیر جانیں ان کے وجود مبارک میں کوئی ایسی کمزوری نہیں ہوتی جو باعثِ طعن ہو اگر ایسا ہوتا تو معاشرہ میں ایک آئیڈیل شخصیت بننے کا شرف ان کو کیسے حاصل ہوتا۔

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ﴾ (سورۃ الأحزاب ۲۱)

''بیشک تمہارے لیے رسول اللہ کی پاکیزہ زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کا بیان ہے:

﴿و اَلقیتُ علیک محبۃ منی ولتصنع علی عینی﴾ (سورۃ طہ ۳۹)

''اور میں نے تجھ پر اپنی محبت کا پرتو ڈالا اور تاکہ تو میری چشمِ کرم کے سامنے پروان چڑھے۔''

مزید فرماتا ہے:

﴿واصطنعتک لنفسی﴾ (سورۃ طہ ۴۱)

''اور میں نے تم کو اپنی ذات کے لیے خاص کرلیا ہے۔''

ہمارے نبی ﷺ کے لیے فرمایا:

﴿واصبر لحکم ربک فانک باعیننا﴾ (سورۃ الطور ۴۸)

''آپ اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کریں بیشک آپ ہمیشہ ہماری نگاہِ لطف و کرم میں ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تعبیر ''لتصنع علی عینی'' ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے موسیٰ! تم میری ایک نگاہ کے سامنے پروان چڑھو لیکن اپنے حبیب ﷺ کے لیے فرمایا ''باعیننا'' جس کا معنی یہ ہے کہ ایک آنکھ نہیں بلکہ لطف و کرم کی ہماری ساری آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

علامہ آلوسی کو وجد آیا اور آنا بھی چاہئے۔ فرماتے ہیں:

''ومن نظر بعین بصیرتہ علم من الآیتین الفرق بین الحبیب والکلیم علیہما أفضل الصلاۃ وأکمل التسلیم'' (روح المعانی ص ۴۰ ج ۱۴)

''اور جو بھی نگاہِ بصیرت سے ان دو آیتوں کا مطالعہ کرے گا اسے حبیب اور کلیم کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا۔''

مسلم کی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غسل فرمانے کے لیے پانی میں اترے تو آپ کا کپڑا ایک پتھر لے کر بھاگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا تعاقب کیا اور فرمایا میرا کپڑا لاؤ اور اس پتھر کو مارنے لگے۔ بنی اسرائیل پر واضح ہوگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آدر نہیں اور آپ میں خلقت کا کوئی عیب نہیں (مختصراً)۔

علامہ نووی اس حدیث کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے علامہ قاضی عیاض سے نقل فرماتے ہیں:

''ان الأنبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہم أجمعین منزھون عن النقائص فی الخلق و الخلق سالمون من العاھات و المعایب'' (شرح مسلم)

''بے شک انبیاء علیہم السلام خلقت اور اخلاق کے ہر عیب و نقص سے پاک اور آفات و عیوب سے بھی محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔''

جسمانی عیوب اور اخلاقی کمزوریوں سے انبیاء علیہم السلام پاک ہوتے ہیں۔ ان کے پاکیزہ جسم ان کے پاکیزہ اخلاق دوسروں کو کچھ عطا کرنے کے لیے عالمِ وجود میں آیا کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی ان لطافتوں، عظمتوں اور پاکیزگیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ طبقہ جو بشریت کی تاریخ میں انبیاء کے بعد سب سے افضل و اشرف طبقہ ہے بخوبی آگاہ تھا۔ صحابہ کرام کا یہ طبقہ جہاں بے شمار اوصاف عالیہ سے مزین تھا وہیں جوہرِ علم سے بھی ایسا آراستہ تھا کہ انسانیت کی تاریخ میں انبیاء کے بعد ان سے بڑا کوئی علم والا پیدا نہ ہوا، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعت علم کے بارے میں یہ روایت بڑی بصیرت افروز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لَوْ أَنَّ عِلْمَ عُمَرَ وُضِعَ فِيْ كَفَّةٍ وَّوُضِعَ عِلْمُ أَحْيَاءِ الْأَرْضِ فِيْ كَفَّةٍ لَرَجَعَ عِلْمُ عُمَرَ بِعِلْمِهِمْ"

(سیر أعلام النبلاء، ص: ۵۲۰، ج: ۲)

"اگر حضرت عمر فاروق کے علم کو ترازو کے ایک پلے میں اور دوسرے پلے میں تمام روئے زمین والوں کے علم کو رکھا جائے تو فاروق اعظم والا پلہ بھاری پڑ جائے گا۔"

صحابہ کرام کا یہ طبقہ علم و معرفت کی اس بلندی پر فائز تھا جس مقام تک بعد کے ادوار کے لوگوں کا پہنچنا ناممکن ہے۔

علم و فضل کے عظیم پیکر صحابہ کرام میں کسی نے بھی کبھی نبی ﷺ سے یہ بحث نہ کی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کیسے اس درخت سے کھایا اور کیسے اپنے رب کی منشاء سے ہٹے؟ نہ حضرت آدم کے بارے میں اور نہ کسی اور نبی کے بارے میں اس قسم کی بحثیں کیں۔ حالانکہ وہ تو علم و معرفت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ وہ قرآن کریم کو سمجھتے تھے اور انبیاء علیہم السلام اور فرامینِ رسول ﷺ کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب و مناصب سے آگاہ تھے، مگر اب متاخرین میں اس قسم کی موشگافیاں ہو رہی ہیں۔

اس لیے آیئے اب ہم عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں تاکہ وہ دل جو صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہیں حق ان میں راسخ ہو جائے۔

عصمت کے معنی:

منع کرنا، بچانا اور محفوظ کرنا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاءِ﴾ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے یہ الفاظ کہے تھے۔ معنی یہ ہے کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور یہ پہاڑ مجھے ڈوبنے سے بچالے گا۔

عظیم شارح و محدث علامہ مناوی اس کا معنی بیان فرماتے ہیں:

"اَلْعِصْمَةُ مَلَكَةُ اجْتِنَابِ الْمَعَاصِيْ مَعَ التَّمَكُّنِ مِنْهَا"

"عصمت ایسے ملکہ کو کہتے ہیں جس سے گناہ سے بچا جائے ساتھ ہی ان گناہوں پر قدرت بھی ہو۔"

متکلمین اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"اَلْعِصْمَةُ عِنْدَ أَهْلِ الْكَلَامِ عَدَمُ قُدْرَةِ الْمَعْصِيَةِ أَوْ خُلُقٌ مَّانِعٌ مِّنْهَا غَيْرُ مُلْجِئٍ" (المسايرة مع المسامرة، ص: ۱۹۳، از ابن همام)

"اہلِ کلام کے یہاں عصمت کے معنی ہے معصیت پر قدرت کا نہ ہونا یا ایسا خُلق جو گناہ سے مانع ہو اور غیر اختیاری نہ ہو۔ ابنِ ہمام نے اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے۔"

عقائد کے امام ابو منصور ماتریدی نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے:

"اَلْعِصْمَةُ لَا تُزِيْلُ الْمِحْنَةَ"

"عصمت آزمائش اور ابتلاء کو ختم نہیں کرتی۔"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ طاعت پر مجبور نہیں کرتی اور نہ معصیت سے عاجز کرتی ہے بلکہ نبی کے ساتھ خاص لطفِ ربانی ہوتا ہے جو اس کو خیر و نیکی پر آمادہ کرتا ہے اور شر و برائی سے روکتا ہے جبکہ اس کے برعکس پر قدرت باقی رہتی ہے۔ (المسایرۃ از امام ابن ہمام، ص: ۱۹۳)

عربی انسائیکلوپیڈیا میں عصمت کا معنی یہ درج ہے: ایسا ملکہ جو گناہ کبیرہ و صغیرہ کے ارتکاب سے مانع ہو جائے۔

(الموسوعة العربية، ص: ۱۲۱۶)

علامہ صابونی قدرے تفصیل سے عصمت کا معنی بیان فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل انبیاء و رُسل علیہم السلام کو گناہوں میں ملوث ہونے اور منکرات کے ارتکاب سے تحفظ عطا فرماتا ہے، اسی کا نام عصمت ہے۔

یہ عصمت ان نفوسِ قدسیہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتی ہے اور یہ وہ امتیازی صفت ہے جو انبیاء کے ساتھ خاص ہے، دیگر انسانوں میں یہ نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ نے انبیاء کو ہی یہ نعمت عطا فرمائی اور ان کو چھوٹے بڑے گناہ سے محفوظ فرما دیا، اس لیے گناہ کا ان سے سرزد ہونا اور ان سے کسی معصیت کا صدور اور حکمِ ربی کی خلاف ورزی ممکن نہیں۔ (النبوۃ والانبیاء، ص: ۵۰)

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"أرسـل اللّٰهُ بفضله الرُّسل وتولَّاهم بعصمة إياهم عـمَّـا لايـليـق بهـم فهـم مـعـصـومون من الصغائر والكبائر قبل النُّبُوَّة وبعدَهَا"

(المقاصد الحسنة، ص: ۱۰ ۱، ج: ۱)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے رسولوں کو بھیجا اور ان کو نامناسب امور سے بچانے کی ذمہ داری اپنے اوپر رکھی، اس طرح انبیاء گناہ صغیر وکبیرہ سب سے نبوت سے پہلے اور بعدِ نبوت معصوم ہوتے ہیں۔"

علامہ قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں:

"ذهبـت طـائـفةٌ أخرى من المحققينَ من الفقهاءِ والـمتـكـلـميـن إلـىٰ عِـصـمتهـم مـن الصغـائـر كَعِصمَتِهم من الكبائرِ" (ص: ۱۵۷، ج: ۲)

"محققین، فقہاء و متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر سے بھی معصوم ہیں جیسے کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔"

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اس کے قائل ہیں۔ "الفقہ الاکبر" میں فرماتے ہیں:

"الأنبيـاءُ عـليهـم الـسَّـلام كُـلُّهـم مـنـزَّهـون أي مـعـصـومـون عَن الصَّغائر والكبائر أي مِنْ جميع الـمـعاصي والكفر والقبائح ثم هذه العصمة ثابتة للأنبياء قبل النبوة وبعدها على الأصحّ"

(شفاء شريف، ص: ۱۶۳، ج: ۲)

"انبیاء علیہم السلام سب سے معصوم ہیں یعنی صغائر و کبائر سے یعنی تمام گناہ و کفر اور قبیح باتوں سے سب سے معصوم ہیں، اور پھر یہ عصمت صحیح مذہب میں انبیاء کے لیے قبل نبوت اور بعد نبوت دونوں حال میں ثابت ہے۔"

امام اعظم کے آخری الفاظ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبل نبوت بھی انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

عقائد کی اہم کتاب تمہید ابوشکور سالمی میں اہلِ سنت کا عقیدہ ان الفاظ میں درج ہے:

"فـإذا ثبت أنَّ العصمة واجبة في حقّ الأنبياء صلواتُ الله وسـلامـه عـليهم وجبَ أن يكونوا معصومين من الصغائر والـكـبـائـر لأنَّـا لو جوَّزنا منهُمُ الكبيرةَ فيجوز منهم الكفر ولو جوَّزنا منهم الصَّغيرة فيجوز منهم الكبيرة، والصغيرة مـع الـقـصـد والنِّيَّة تكون كبيرةً وهذا لايجُوز. فوجب أن يـكـونـوا معصومين عن الصَّغيرة والكبيرة و معصومين عن النِّيَّة بالصغيرة" (ص: ۶۸)

"جب یہ ثابت ہو چکا کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں عصمت ضروری اور واجب ہے تو یہ بھی واجب ہے کہ یہ حضرات صغائر و کبائر سب سے معصوم ہوں اس لیے کہ اگر ہم ان سے کبیرہ کا صدور جائز مانیں تو ان سے کفر کا صدور بھی جائز ہوگا اور اگر ان سے صغیرہ کا صدور جائز مانیں تو کبیرہ کا صدور بھی جائز ماننا ہوگا، اس لیے کہ صغیرہ قصد و نیت کے ساتھ کبیرہ ہو جاتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ اس لیے واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغیرہ و کبیرہ کی نیت کرنے سے بھی معصوم ہوں۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہوا کہ صغائر کی نیت و ارادہ سے بھی انبیاء علیہم السلام معصوم و محفوظ ہیں۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام شرک و کفر کے اور ہر ایسے امر جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت و بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور قبائح سے مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوت و بعدِ نبوت معصوم ہیں۔"

(بہارِ شریعت، ص: ۱۳، ج: ۱)

حکیم الامۃ مفتی علامہ احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

"عصمتِ انبیاء قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے اور وہ احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے اگر وہ متواتر اور قطعی نہیں بلکہ خبر واحد ہیں تو وہ سب مردود، کوئی بھی قابلِ اعتبار نہیں، اگر چہ صحیح ہوں۔

''تفسیر کبیر سورۂ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلاف انبیاء ہوں، وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبروں کو گنہگار ماننے سے آسان ہے۔ اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ظاہر ہوتا ہو تو وہ سب واجب التاویل ہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے۔''

(جاء الحق، ص: ۳۹۷، ج:۱)

روح البیان میں آیت ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ﴾ سورۂ شوریٰ، آیت: ۵۲ کے تحت مرقوم ہے:

''كان أهل الأصولِ أجمعوا على أنَّ الرُّسل عليهم السلام كانوا مؤمنين قبل الوحي معصومين من الكبائر ومن الصغائر المُوجبة لنفرة النَّاس عنهُم قبل البعثة وبعدها فضلًا عن الكفر.''

''بیشک اہلِ اصول کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام وحی سے پہلے بھی مومن ہوتے ہیں اور کبائر سے اور ایسے صغائر سے معصوم ہوتے ہیں جو لوگوں کی نفرت کا باعث بنیں اور گناہوں سے یہ عصمت قبلِ بعثت اور بعدِ بعثت دونوں حال میں ہے۔ کفر کی بات کا کیا پوچھنا۔''

اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبلِ اعلانِ نبوت ایمان کے عالم میں ہوتے ہیں اور صغائر و کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں مزید فرماتے ہیں۔ سرورِ کائنات ﷺ کے بارے میں علامہ ملاجیون آیت ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''لا خلاف لأحدٍ في أنَّ نبيَّنا عليه السلام لم يرتكب صغيرةً ولا كبيرةً طرفةَ عين قبلَ الوحي وبعده كما ذكر أبو حنيفه في الفِقْه الأكبر''

(تفسيرات أحمدية).

''اس بارے میں ایک شخص کا بھی اختلاف نہیں کہ ہمارے نبی نے ایک سیکنڈ کے لیے اعلانِ نبوت سے پہلے یا اعلانِ نبوت کے بعد کسی بھی چھوٹے بڑے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔

یہ بات امام اعظم نے فقہِ اکبر میں فرمائی ہے۔''

یعنی امام اعظم نے عقیدہ بیان فرمایا کہ نبی ﷺ سے قبلِ وحی یا بعدِ وحی ایک سیکنڈ کے لیے بھی صغیرہ و کبیرہ کوئی بھی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

کیا سرورِ کائنات ﷺ کو قبلِ وحی گناہوں کا علم تھا۔ اس کا جواب علامہ اسماعیل حقی دے رہے ہیں، یہ جواب آیت مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ کے تحت فرماتے ہیں:

''يدلُّ عليه أنَّه عليه السَّلام قِيلَ له هل عبدْتَ وثنًا قطّ؟ قال لا، قِيلَ هلْ شربْتَ خمرًا قطّ؟ قال لا فمازِلْتُ أعرفُ أنَّ الذى هم عليه كُفر.''

(روح البيان)

''حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا، آپ نے کبھی بت پرستی کی؟ فرمایا، نہیں کی۔ کیا آپ نے شراب پی؟ فرمایا، نہیں، میں تو ہمیشہ سے جانتا تھا کہ اہلِ عرب کے یہ عقیدے اور عمل کفر ہیں۔''

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ بت پرستی شرک ہے اور شراب نوشی گناہِ کبیرہ ہے اور اس کو حلال سمجھ کر پینا کفر ہے۔

علامہ اسماعیل حقی انبیاء علیہم السلام کے عزم علی المعصیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''فمن نسبَ إلى الأنبياء الفواحِش كالعزْم على الزنا ونحوهُ الذي يقولهُ الحشويَّة كفر لأنَّه شتْمٌ لهم كذا في القنية.''

''پس جو شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف فواحش کی نسبت کرے جیسے کہ انہوں نے زنا وغیرہ کا عزم کیا جیسا کہ گمراہ فرقہ حشویہ کہتا ہے تو یہ کفر ہے اس لیے کہ یہ ان کو گالی دینا ہے، جیسا کہ ''قنیہ'' میں ہے۔''

جس سے ثابت ہوگیا کہ گناہ کے عزم و ارادہ سے بھی انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔

﴿جاری ہے.........﴾

صاحب غیاث الطالبین

چشتیت اور قادریت کے حسین سنگم

علامہ ساحلؔ شہسرامی (علیگ)

سراج اصدقی سید شاہ محمد غیاث الدین حسن اصدقی شریفی برکاتی علیہ الرحمہ (۱۳۰۳-۱۳۸۵ھ) چودھویں صدی کے ان بابرکت رجالِ اسلام میں شمار ہوتے ہیں جن کے دم قدم سے بہتیرے دلوں میں ایمان کی حرارتیں پیدا ہوئیں۔ آپ نے مرکز سادات رجہت کی روحانی فضا میں آنکھیں کھولیں، خانقاہِ کبیریہ شہسرام کے درویشانہ ماحول میں پلے بڑھے اور اپنے دور کے ناموران اسلام سے علمی اور روحانی استفادے فرمائے۔ آپ کے علمی اور روحانی محسنوں میں علامہ ہدایت اللہ خاں جونپوری اور امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان بزرگوں کے علمی اور روحانی فیوض آج پورے برصغیر بلکہ ایشیا اور یورپ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کے مرشد گرامی اور رشتے کے ماموں سید شاہ محمد شریف ملقب بہ صفی اللہ چشتی و قادری راغبؔ شہسرامی مرتاض پیشوائے طریقت تھے۔ مرشد ایصال کی جو خصوصیات بزرگوں نے بیان فرمائی ہیں، وہ حضرت شریف میں موجود تھیں۔ شاہ شریف سلسلۂ چشتیہ کے نامور شیخ طریقت سید السادات خواجہ محمد بندہ گیسودراز قدس سرہٗ کے شہزادے حضرت صوفی سید محمد سجاد حسین بڈوسری قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے جو براہِ راست حضرت خواجہ قیام اصدق قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے۔

سراج اصدقی حضرت مولانا سید شاہ محمد غیاث الدین حسن شریفی رضوی قدس سرہٗ مذہب مہذب اہلِ سنت و جماعت سے پورے طور سے وابستہ خالص صوفیانہ مشرب رکھتے تھے۔ سلسلۂ چشتیہ اصدقیہ اور سلسلہ قادریہ رضویہ کی خصوصیات اور معمولات کے مکمل آئینہ تھے۔ تدریس، تصنیف، وعظ اور تربیت آپ کے مشاغلِ حیات تھے۔ باطل کی سرکوبی کے لیے بھی آپ ہمہ دم تیار رہتے۔ عیسائیوں، آریوں، غیر مقلدوں اور دیوبندیوں سے آپ نے متعدد مناظرے کیئے۔ میں نے حضرت کے کتب خانے میں مناظراتی کتابوں کی خاصی تعداد دیکھی۔ حضرت غیاث نے عربی، فارسی اور اردو زبان میں متعدد تصنیفات سپردِ قلم کیں جن میں: ۱۔خطباتِ غیاث (عربی)، ۲۔معراج العرفان من کلام عشاق الرحمٰن (عربی، فارسی)، ۳۔رسالۂ عقائد (فارسی)، ۴۔خود نوشت سوانح (فارسی)، ۵۔غیاث الطالبین (اردو)، ۶۔فوائد شریفی (اردو)، ۷۔ضیاء الارواح (اردو)، ۸۔بیاض اذکار و کلام (اردو)، ۹۔مجموعۂ کلام کی زیارت اور ان کے استفادے کا شرف ناچیز حاصل کر چکا ہے۔ ان تصانیف میں سے مجموعۂ کلام کے بعد غیاث الطالبین حضرت کی دوسری تصنیف ہے جو ڈاکٹر حسین الحق شہودی اور ڈاکٹر سید معراج الاسلام غیاثی صاحب کی کوششوں سے منظرِ عام پر آ رہی ہے۔

''غیاث الطالبین'' اسم با مسمّٰی ہے طالبِ حق اگر اس کے فرمودات کو اپنا لے تو دل کی دنیا میں ایک خوشگوار انقلاب برپا ہو جائے اور اس کتاب کی راہنمائی میں حسنِ ازل کی تجلیاں اس کے گرد و پیش کا احاطہ کرتی نظر آئیں۔ دل کے امراض کی تشخیص، ان کا شافی علاج اور محاسنِ قلب کی دلکش تحریر اس کتاب کی مرکزی خصوصیت ہے۔ تکبر، غرور، نخوت، کینہ، عُجب، حسد، بغض، شہوت، حرص، طمع، بخل، حب جاہ، دنیا کی محبت، ریاکاری، فتنۂ زبان آج کی عام قلبی بیماریاں ہیں جن میں چھوٹے بڑے عموماً گرفتار نظر آتے ہیں۔ ان امراض قلبی کے

ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص عبادتوں میں پورے طور سے مصروف رہے پھر بھی اس کے دل کا دروازہ نورِ الٰہی کے لیے وا نہیں ہوسکتا اور وہ کولہو کے بیل کی طرح جہاں سے چلا ہے وہیں چکر لگاتا رہے گا۔ منزل تو دور کی بات ہے، اسے نشانِ منزل کا بھی پتہ نہیں ملے گا۔ یونہی باطنی محاسن میں تقویٰ، اخلاص، یقین، صبر، شکر، تواضع، تسلیم و رضا، خوف، رجا، مجاہدہ، تزکیہ نفس، تجرید، تفرید، قرب، اتصال منازلِ سلوک ہیں جن کے حصول سے انسان مقصودِ اصلی سے قریب تر ہوجاتا ہے۔ حضرت مصنف نے باطن کی ان خوبیوں اور برائیوں کو بہت سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد آدابِ شیخ اور آدابِ ارادت کی نشاندہی فرماتے ہوئے طالبِ حق کو چند قیمتی ہدایات دی ہیں۔ اخیر میں مراقبات کی دل پذیر تشریح اور اس کے مدارج کی کیفیات بیان کرتے ہوئے چند نصیحتیں بھی کی ہیں۔ ان مشمولات سے اس کتاب کی اہمیت روشن ہے۔ اس پر آغازِ کتاب میں حالاتِ مصنف کے اضافے نے سلسلۂ اصدقی شریفی غیاثی کے نیازمندوں کے لیے اس کی اہمیت مزید دوچند کردی ہے۔

اس ہدایت نامۂ سعادت ''غیاث الطالبین'' کا خصوصی ربط سلسلہ چشتیہ اصدقیہ سے ہے اور اس میں مشائخِ چشت کا خاص رنگِ سوز وعشق کا جھومتا اظہار بھی ملتا ہے اس لیے تاجدارِ سلسلۂ اصدق حضرت خواجہ قیام اصدقیہ چشتی قدس سرہٗ کا تعارف اور اس سلسلے کی چند خصوصیات بھی پیش ہوتی ہیں۔

سلسلۂ اصدقیہ سلسلہ چشتیہ کی نظامی شاخ ہے جو حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی، حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی، محب النبی حضرت فخر الدین محمد اورنگ آبادی، سید محب اللہ بخاری بدخشانی، سید صادق علی مونس اللہ چشتی قدست اسرارہم سے ہوتا ہوا حضرت خواجہ قیام اصدق قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ قیام اصدق کے توسط سے اس سلسلہ کو بے حد فروغ ہوا اور عرصہ [illegible] بہار اور مضافاتِ بہار ہی میں اس سلسلے کی اشاعت نہ ہوئی بلکہ پنجاب اور افغانستان تک آپ کے فیض و کرم کا سایہ پھیل گیا۔ تیرہویں صدی میں آپ کی ذاتِ گرامی افقِ چشتیت پر آفتاب کی مانند طلوع ہوئی۔

حضرت کی تاریخِ ولادت کا علم نہ ہوسکا۔ آپ کا خاندان پہلے قاضی پورہ موضع میاپور جہان آباد ضلع بردوان کا باشندہ تھا۔ آپ کے والد ماجد قاضی شیخ محمد صادق حسین علیہ الرحمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسلِ مبارک سے ہیں اور والدہ ماجدہ صحابیِ رسول حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ (کراماتِ اصدقیہ)۔ ۹ سال کی عمر شریف میں حضرت ابو العباس سید سعید الدین معروف بہ سید صادق علی مونس اللہ چشتی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ تقریباً چودہ برس مرشد گرامی کی خدمت بابرکت میں رہے اور ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل فرمائی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ آپ کے مرشد گرامی حضرت سید صادق قدس سرہٗ نے آپ کو اپنا نائب مطلق بنایا تھا، وہ بھی اس اعزاز کے ساتھ:

''فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتم و قائم مقام خود کردیم و جمیع اشیائے مملوکہ، خود را او دادیم و عطا کردیم [illegible] کہ از مریدان و مسترشدان و خلفایان من ہمچو من نہ داند او [illegible] من مرتد است۔''

حضرت صادق نے فرمایا ''میں نے اپنے روحانی بیٹے قیام اصدق کو اپنی فرزندی میں لے کر اپنا جانشین کیا اور میرے پاس جو کچھ تھا، اسے عطا کیا۔ میرے مریدین، وابستگان و خلفا میں سے جو قیام اصدق کو میرا نائب مطلق نہ سمجھے اس سے مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

حضرت خواجہ قیام اصدق علیہ الرحمہ کے اس [illegible]

ساتھ رونق سجادہ ہونے کے بعد بیعت وارشاد کا سلسلہ چل پڑا۔ عظیم آباد (پٹنہ) شیر گھاٹی ضلع گیا اور اس کے اطراف میں کثیر لوگوں نے حضرت سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ موضع جموانوں کے میر محمد عسکری شیعی نے حضرت کے جمال و کمال کا مشاہدہ کرنے کے بعد شیعیت سے توبہ کی، حضرت کے دستِ اقدس پر مرید ہوئے اور بڑے اصرار کے ساتھ اپنے دیار میں طرح اقامت ڈالنے کی گذارش کی۔ حضرت نے ان کی درخواست غیبی اشارے سے قبول فرمائی اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آج اس مبارک خطے کو چشتی چمن عرف پیر بیگھہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

پیر بیگھہ شریف میں اقامت سے پہلے آپ شیر گھاٹی تشریف لے گئے تھے۔ وہاں شیخ محمد صادق اور شیخ محمد جعفر کی جانب سے اپنی اپنی بچیوں کے لیے رشتۂ ازدواج کی پیش کش ہوئی۔ آپ خاموش رہے، اتفاق بخت کہ شیخ محمد جعفر کی صاحبزادی کچھ دنوں کے بعد رحلت کر گئیں، اس لیے حضرت نے شیخ محمد صادق کی پیش کش قبول فرمالی۔ اس حرم سے پانچ صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تولد ہوئے۔ پہلی اور چوتھی صاحبزادی بے بیاہی فوت ہوگئیں۔ چھوٹی صاحبزادی کی وفات دردِ زہ میں ہوئی۔ منجھلی اور سنجھلی صاحبزادیوں کی نسلیں موجود ہیں۔ حضرت کے چار صاحبزادوں میں سے ایک بچپن میں ہی فوت ہوگئے، دوسرے صاحبزادے نے تجرد کی زندگی بسر کی۔ بڑے صاحبزادے برہان المتاخرین مولانا شاہ قطب الدین معروف بہ محمد ظہور الحق علیہ الرحمہ سے حضرت کی نسلیں چلیں۔

حضرت خواجہ قیام اصدق علیہ الرحمہ کے وجود بام سعود سے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کو بے حد فروغ ہوا۔ جوق در جوق فرزندان اسلام آپ کے دست حق پرست پر خواجگان چشت کے دامان کرم سے وابستہ ہوئے اور بہت سارے منتخبان روزگار نے خلافت واجازت کی دولتیں پائیں۔ ان میں فرزندان گرامی کے علاوہ حضرت سید شاہ سجاد حسین بڈوسری، سید سجاد علی خلیفۂ اعظم جموانواں، خواجہ مہر پیارے دربھنگہ، حضرت کے برادر علاتی شاہ عطاء اللہ، برادر علاتی شاہ محمد بشیر الدین احمد عزیز چشتی بڑے خویش سید شاہد حسین منیف بہار شریف، مولانا محمد عظیم پنجابی، مولانا فضل اللہ پشاوری، حکیم سید محبت حسین بلیاری ضلع گیا، شاہ محمد عبد الرزاق سجادہ نشین شاہ بوڑھن دیوان شہسرام، سید جمال الدین احمد اشرفی گیا، شاہ محمد وصی علی سندیلہ، مولانا نور محمد ملقب بہ آمین چشتی بین پور ضلع حصار، میر علی امام اجمیر شریف، سید واہب حسین معروف بہ میر دمڑی منیف بہار شریف، شاہ الفت حسین منیف بہار شریف، مولانا محمد معروف بہ ملا سرمست افغانی، مولانا غلام فرید الدین فاروقی محلہ شاہ ہارون شہسرام کے نامور خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں ہر ایک اپنی فیض باری کا جداگانہ رنگ رکھتا تھا۔

حضرت خواجہ قیام اصدق عرصۂ دراز تک علوم و معرفت کا چشتی فیض عام کرنے کے بعد ۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۰۱ھ بروز چہار شنبہ چار بجے شام کے وقت محبوبِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ حضرت ہی کے نامور خلیفہ صاحب جذب واثر صوفی سید شاہ سجاد حسین بڈوسری، حضرت شاہ غیاث کے داد پیر ہوتے ہیں۔ حضرت سید سجاد، خواجہ بندہ گیسو دراز قدس سرہٗ کی نسل پاک سے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ خاندانِ غوثیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس لیے آپ کا سوزِ قلب قادری اور چشتی دو آتشے رکھتا تھا اور یہی پاک جذب واثر حضرت محمد شریف اصدقی کے توسط سے حضرت غیاث تک منتقل ہوتا ہے۔ یہی سب ہے حضرت غیاث میں بھی قادری شوکت اور چشتی مستی کا دل آویز سنگم نظر آتا ہے۔

حضرت شاہ محمد غیاث الدین حسن علیہ الرحمۃ کو قادری سلسلے کا فیضان دو طور سے حاصل تھا۔ مرشد گرامی شاہ محمد شریف کی جانب سے

سلسلہ عالیہ قادریہ کبرویہ جو حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کے سلسلے سے آپ تک پہنچا۔ دوسرا عالی سلسلہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے توسط سے آپ کو حاصل ہوا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کو خاندانِ برکات کے عظیم الشان شیخ حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ نے تیرہ سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی:

۱۔سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبائیہ قدیمہ ۲۔سلسلۂ قادریہ برکاتیہ جدیدہ ۳۔سلسلۂ قادریہ اہدلیہ ۴۔سلسلۂ قادریہ منوریہ ۵۔سلسلہ قادریہ رزاقیہ ۶۔سلسلۂ چشتیہ نظامیہ قدیمہ ۷۔سلسلۂ چشتیہ محبوبیہ جدیدہ ۸۔سلسلۂ سہروردیہ فضیلیہ ۹۔سلسلۂ سہروردیہ واحدیہ ۱۰۔سلسلۂ صدیقہ نقشبندیہ ۱۱۔سلسلۂ علویہ نقشبندیہ ۱۲۔سلسلۂ بدیعیہ ۱۳۔سلسلۂ علومیہ منامیہ۔

ان سلاسل میں سلسلہ قادریہ جدیدہ کا پویہ کو اعلیٰ حضرت نے سلسلۃ الذہب (سنہرا سلسلہ) فرمایا ہے اور برکاتی مشائخ نے اسی سلسلے کو رواج دیا۔ یہ سنہرا سلسلہ اعلیٰ حضرت کے توسط سے حضرت غیاث تک بھی پہنچا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی (۱۲۷۲ھ/ ۱۳۴۰ھ) عبقری حنفی فقیہ اور عظیم قادری پیشوائے طریقت گذرے ہیں۔ ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف اور بلا واسطہ، بالواسطہ کروڑوں فرزندانِ توحید کے روحانی پیشوا اور مرشدِ طریقت ہیں۔ انہیں یہ سارے روحانی خزانے بارگاہِ نبوت، دربارِ قادریت اور اپنے مرشدِ برحق حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب سے حاصل ہوئے۔ حضرت خاتم الاکابر، حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری چشتی عشقی مارہروی قدس سرہٗ (م ۱۱۴۲ھ) کی خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے عظیم المرتبت سجادہ نشین تھے جو منصبِ غوثیت پر فائز تھے۔ اعلیٰ حضرت آپ کے ہی دست گرفتہ تھے۔ حضرت خاتم الاکابر نے اعلیٰ حضرت کو مرید کرنے کے فوراً بعد ہی سارے سلاسل کی اجازت بھی مرحمت فرمادی تھی جبکہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ بارہ بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ کرانے کے بعد بھی اگر اہل خیال فرماتے تب خلافت سے نوازتے۔ آپ کے پوتے سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ نے اس خصوصی نوازش کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''اور لوگ میلا کچیلا، زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں، اس لیے انہیں مدتوں صاف کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاف شفاف صیقل دل لے کر آئے تھے۔ انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی، وہ بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہوگئی۔ پھر فرمایا: مجھے فکر تھی کہ کل قیامت میں رب تبارک وتعالیٰ مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ اے آلِ رسول! میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو تو میں کیا جواب دوں گا۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ وہ فکر دور ہوگئی۔ میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔''

ایسے مرتاض پیشوائے طریقت، قطب الارشاد مجدد اعظم، امامِ اہلسنّت کے فیض یافتہ شاگرد اور خلیفہ تھے حضرت سید شاہ غیاث الدین حسن علیہ الرحمۃ۔ اس لیے آپ میں قادری اور چشتی، دونوں رنگ جوبن پر تھے اور اصدقی اور رضوی، دونوں سلسلے کی نمایاں خصوصیات آپ کے اندر موجود تھیں۔ غیاث الطالبین کے اوراق اس کے شاہد ہیں۔

حضرت غیاث، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا بے حد احترام فرماتے اور غایت درجہ عقیدت رکھتے۔ ان کا ہر عطیہ انمول تحفہ اور ہر خواہش حکم کا درجہ رکھتی۔ رسالہ جواز سماع لکھ بریلی شریف میں لکھ رہے تھے لیکن اعلیٰ حضرت کی مرضی نہ پاکر اسے موقوف کر دیا اور جب تک اعلیٰ حضرت حیات رہے، اس موضوع پر قلم نہ اٹھایا۔

مرشد گرامی حضرت شاہ شریف قدس سرہٗ نے خلافت عطا فرمائی اور اسے بذریعہ ڈاک بھیجا تو فوراً خلافت نامہ لے کر شہسرام تشریف لائے اور معذرت کے لیے حاضر بارگاہ ہوئے پھر حضرت کے سمجھانے پر کہ یہ نوازش مرشدانِ سلسلہ کے غیبی اشارے پر ہے، خلافت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت نے از راہِ کرم اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا تو اس پر بشاشت اور ابتہاج کا اظہار فرمایا اور یہ دعا فرمائی: جزاهم الله عنی خیر الجزا (دیکھئے غیاث الطالبین)۔

ہر سلسلے کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ قادریت شوکت، وقار اور [illegible]روی رکھتی ہے۔ چشتیت کا سوز اور مستی شہرۂ آفاق ہے۔ یکسوئی اور اخفائے حال نقشبندیت کی بنیادی خوبی ہے اور سہروردیت سرمستی اور محبت بھری زندگی رکھتی ہے۔ حضرت غیاث کے قادری برکاتی دادا پیر سید اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی قدس سرہٗ اپنی مثنوی اتفاقیہ میں فرماتے ہیں۔

۱۔ قادریاں یک صف عالی جناب
شوکتِ ایشاں نیاید در حساب

۲۔ لشکرِ ہنگامہ ساز چشتیاں
دف زناں، نقارہ کوباں، نغمہ خواں

۳۔ نقشبندیاں زیک سو با حشم
با وقار و با تمکن محتشم

۴۔ سہروردیان حزبِ با صفا
زمزمہ خواناں ہمہ مست و ولا

(کاشف الاسرار شریف، ص: ۶۱)

۱۔ قادریوں کی ایک عالی شان صف ہے جس کی شان و شوکت حد و شمار سے ماسوا ہے۔

۲۔ چشتیوں کا ہنگامہ خیز لشکر بھی ہے جو دف اور نقارہ بجاتے ہوئے نغمہ زن ہے۔

۳۔ نقشبندی پورے وقار و تمکنت، جاہ و حشم کے ساتھ یکسو ہیں۔

۴۔ سہروردیوں کا باصفا گروہ عشق کی سرمستی میں ڈوب کر زمزمہ خواں ہے۔

قادریت اور چشتیت، اصدقیت اور رضویت کا اجتماعی فیضان تھا کہ حضرت غیاث دونوں سلسلے کی مشترکہ خصوصیات کے جامع تھے۔

❁ حضرت خواجہ قیام اصدق چشتی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہما دونوں خالص وحدت الوجودی تھے۔ اس لیے حضرت شاہ غیاث پر بھی وحدت الوجودی رنگ چھایا ہوا تھا۔ وہ ہر شے میں جمالِ یار کا جلوہ دیکھتے۔ ان کے غزلیہ اشعار رنگ وحدت کے ترجمان لگتے ہیں۔

❁ حضرت خواجہ قیام اصدق خود بھی دینی علوم کے شناور تھے، ان کے صاحبزادگان بھی دینی علوم میں خاص بصیرت رکھتے تھے اور یہ سلسلۂ علم و فن آج بھی خاندان اصدقی میں دراز ہے۔ حضرت مولانا شاہ رکن الدین اصدقی مدظلہ دورِ حاضر میں اہلِ سنت کے مستند عالم دین ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا کیا کہنا۔ آپ تو علم و فن کا اعتبار اور فکر و دانش کی آبرو ہیں۔ عشقِ رسول کی برکت سے آپ کے فکر و فن کو جو عالمی شہرت ملی ہے، زمانہ اسے نگاہِ حیرت سے دیکھتا ہے۔

ع گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستان

خیر آبادی سلسلے کی طرح بریلوی فکر و دانش کا فیضان بھی آج پورے عالم کو محیط ہے۔ علم و دین کی پاسداری خانوادۂ

اصدقی اور خانوادۂ رضوی کی مشترکہ شناخت ہے اور یہ شناخت پورے طور سے حضرت غیاث میں بھی موجود ہے۔

❁ سوزِ عشق بھی دونوں خانوادوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت خواجہ قیام اصدق کی نگاہِ کیمیا کے اثر نے نہ جانے کتنوں کو نیم بسمل کیا اور محبوب کے کوچے کا اسیر۔ اور امام احمد رضا تو عشق و محبت کے امام ٹھہرے۔ آپ کے قلب پرسوز سے بوئے کباب عشق آتی تھی۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ حدائقِ بخشش آپ کے عشق رسالت مآب کی سنہری دستاویز ہے۔ یہی فیضانِ عشق حضرت غیاث تک بھی پہنچا۔ اس شورشِ عشق کی تھوڑی سی داستان غیاث الطالبین میں بھی درج ہے۔

❁ صادقی اصدقی اور برکاتی رضوی دونوں خانوادوں میں باطنی کمالات کے بے محابا اظہار سے بچا جاتا ہے۔ اگر کسی پر صورتِ حال کھل بھی جاتی تو اس کی کوئی دل لگتی توجیہ پیش کردی جاتی یا پھر خاموش رہنے کا حکم دیا جاتا۔ کراماتِ اصدقیہ اور سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں اس قسم کے کئی ایک واقعات مل جائیں گے۔ یہی درسِ خفا اور تواضع ان عالی بارگاہوں سے حضرت شاہ غیاث کو ملا تھا۔ آپ اپنے ظاہری اور باطنی کمالات پر خموشی کا حجاب ڈالے رہتے۔ ہاں! جہاں باطل سے نبرد آزمائی ہوتی، مناظرے کا میدان ہوتا، حق کی سربلندی مطلوب ہوتی، وہاں جم کر برستے اور کھل کر باطل پر حق کا رعب طاری کرتے۔

ایسے ہی عالم شریعت، عارف طریقت، مصلح ملت، مرشد برحق سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی رضوی علیہ الرحمۃ کا ہدایت نامۂ سعادت ''غیاث الطالبین'' آپ کے ہاتھوں میں ہے جو واقعی طالبانِ راہِ خدا کا راہنما اور معاون ہے۔ اسے پڑھئے اور دنیا اور آخرت کی سعادتوں کا سامان کیجئے۔

حضرت شاہ غیاث کے مجموعۂ کلام اور اجمالی سوانح حیات پر مشتمل تصنیف ''سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی رضوی۔ حیات اور شاعری'' ناچیز کی کوششوں سے پہلی بار منظر عام پر آئی۔ اس کے دو سال بعد حضرت کا صوفیانہ فکری مرقع ''غیاث الطالبین'' ڈاکٹر حسین الحق شہودی صاحب کی مساعی جمیلہ سے نظارۂ خلق ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک صوفیانہ گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ علم و ادب ان کی پشتینی وراثت ہے۔ خاص بات یہ کہ ان کے علم و ادب صوفیانہ فکر میں لپٹے لپٹائے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی تحریروں سے ایک مانوس سی سوندھی سوندھی خانقاہی خوشبو آتی ہے۔ ''غیاث الطالبین'' کی زبان سادہ ہونے کے باوجود، پچاس سال پرانی ہے اور اس پر علمی رنگ کچھ گہرا ہے۔ دنوں اور سالوں کے فاصلے کسی بھی زبان پر کیا کچھ اثر ڈالتے ہیں، وہ ہر صاحب نظر کے سامنے عیاں ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے افسانہ نگار ادیبانہ قلم سے اس کتاب کے مندرجات کی دلپذیر عمدہ تشریح فرمائی ہے جس سے اس تصوف پارے کی افادیت دو چند ہو جاتی ہے اور ہر خاص و عام کے لیے اس سے استفادہ آسان ہو جاتا ہے۔ وہ اس کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے پوتے ڈاکٹر سید معراج الاسلام صاحب بھی ان کے قدم بہ قدم ہیں جن کے ذوقِ جنوں اور اسلاف سے والہانہ لگاؤ کی بدولت یہ تصنیف گرامی منظر عام پر آرہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر دے اور مزید سعادتوں کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم۔

--------- OOOO ---------

امام الاولیاء حضرت سید محمد ارشد پیر سائیں روزہ دھنی قادری قدس سرہٗ (پیر جو گوٹھ، سندھ) کی تعلیمات

(ملفوظات شریف کے آئینہ میں)

دوسری قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

قبر میں مرشد کی مدد: خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لاڑ کے سفر میں حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ مجھ فقیر کی دعوت پر تشریف لائے اور ازراہِ لطف و کرم زیارت کرانے میرے گھر میں آئے۔ میں نے کچھ طعام تیار کرایا تھا وہ میں نے خدمتِ بابرکت میں پیش کیا۔ آپ نے بمعہ صاحبزادگانِ کرام طعام نوش فرمایا۔ جب طعام سے فارغ ہوئے تو زیارت کے لئے جمع ہو جانے والی خواتین نے دعا کے لئے خدمت عالیہ میں استدعا کی۔ آپ نے سب کے حق میں دعا فرمائی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

دریں اثنا میری پھوپھی نے آپ کے حضور عرض پیش کی کہ ''یا حضرت! ہم نے آپ کے دامن میں پناہ لی ہے۔'' حضرت مرشد مکرم کو جوش آگیا میں نے آپ کے چہرۂ مبارک کی جانب دیکھا تو چہرۂ مبارک سرخ تھا اور پسینے کے قطرے چھلک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ''اے اماں! دامن پکڑنا دور ہے۔ پھوپھی نے پھر یہ مصرعہ عرض کیا ع (ترجمہ) ہم میلے اوڈ سہی پھر بھی کہلائیں گے تمہارے (سندھی سے ترجمہ)۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: (ترجمہ) مائی ان کو ہی اوڈ کہا جائے گا جو محبوب کی چال چلیں گے۔ پھر بطورِ مثال بیان فرمایا کہ سرایوں کی قوم جو میاں کے مرید تھے وہ اپنے نفس کی خواہش پر کام کر کے پھر کہا کرتے تھے کہ ''گھتِ میاں تے۔ گھتِ میاں تے۔'' اسی غفلت اور نادانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف ان کی حکومت برباد ہو گئی بلکہ ان کی جڑ ہی صاف کٹ گئی۔ اے اماں! جس وقت آدمی مرتا ہے اور اس کو لا کر قبر میں رکھ دیتے ہیں اور ملائکہ جواب سوال پوچھنے اس کے پاس آتے ہیں تب وہ مردہ بیچارہ چیخ پکار کرنے لگتا ہے۔

اور جن لوگوں کے ساتھ دنیا میں اس کی دوستی تھی ان کو آوازیں دیتا ہے اور مدد کے لئے آہ و زاری کرنے لگتا ہے لیکن دنیا والوں میں سے کوئی بھی اس کے حال سے واقف نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اس کی فریاد سنتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کے لئے جا سکتا ہے۔ مگر اس وقت اس نے جو اللہ کی خاطر اپنے مرشد سے دوستی رکھی ہوگی وہ کام آجائے گی اور مرشد کامل اس کو ملائکہ کے ہاتھوں سے چھڑا کر آزاد کر دیتا ہے۔ ورنہ اس مشکل وقت میں کوئی بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔''

ہوش دل سے سنو: حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کا یہ معمول تھا کہ آپ بعد از نمازِ جمعہ منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لوگ دور دراز کے علاقوں سے آپ کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے اور آپ کا وعظ سننے بڑی تعداد میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ آپ دورانِ وعظ قرآن و حدیث اور شریعت و طریقت کے نکات اور حقیقت و معرفت کے اسرار، سلف صالحین کے اقوال، متاخرین مشائخ کے ارشادات، ہر زبان کے اشعار حسبِ حال بڑی عمدگی کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، آپ کا وعظ اس قدر پُر تاثیر ہوتا کہ حاضرین پر درد آور وجد طاری ہو جاتا اور لوگ بے اختیار رونے لگتے تھے، آپ خود بھی دورانِ وعظ گریہ فرماتے اور تلقین فرمایا کرتے تھے کہ مبادا کل روزِ قیامت بوقتِ حساب کوئی حجت لائے کہ ہمیں کسی نے کچھ سنایا نہ تھا۔ ہوشِ دل سے سنو! ہم تم کو سناتے ہیں کہ یہ جہانِ فانی بالآخر چھوڑنا ہے

اس لئے اپنے خدا سے تعلق قائم کرلو۔ ہمارا یہ قول کل کے دن تمہاری حجت کو باطل کردے گا۔ جیسے کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

تدبیر خود امروز کن اے خواجہ کہ فردا
ہر چند کہ فریاد کنی سود ندارد

اے سردار! اپنی تدبیر آج ہی کرلے کہ کل (روزِ قیامت) خواہ تو کتنی ہی فریاد کرے، بے سود رہے گی۔

دولت مندوں کی دوستی میں کوئی بہتری نہیں: ایک دن صاحبزادہ والا تبار میاں یاسین شاہ علیہ الرحمۃ، حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ سے سبق پڑھ رہے تھے کہ میر سہراب کا ملازم جو اسی روز حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، واپسی کے لئے اجازت لینے وہیں آگیا۔ اجازت لیکر جب وہ مسجد کے دروازہ سے باہر جانے لگا تو اس نے اشارے سے حضرت صاحبزادہ صاحب سے بھی اجازت چاہی۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی اشارے سے فرمایا کہ کچھ دیر ٹھہرو۔ سبق سے فارغ ہوجائیں تو پھر مل کرا جازت لینا۔ حضرت والا نے یہ حال دیکھ لیا اور فرمایا: ''جو کوئی دولت مند آدمیوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھتا ہے اس کو ان کی دوستی سے ہرگز کوئی بہتری حاصل نہ ہوگی بلکہ اس کو ضرور نقصان ہی پہنچے گا لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ ہمارا والد فقیر ہے تو بھی خدا تعالیٰ کی دوستی کے بغیر تمہیں کوئی بھی نہیں پوچھے گا۔ ایک ریگستانی فقیر حاضر تھا۔ اس نے عرض کی: ''یا حضرت! ہم نے آپ کا دامن پکڑا ہے، آپ ہمارے لئے محکم سہارا ہیں۔'' اس پر آپ جوش میں آئے اور اس فقیر سے فرمایا: ''تو ایسی حجتیں اس لئے کرتا ہے کہ تجھے کوئی خبر نہیں ہے۔'' پھر تمثیلاً فرمایا کہ ایک دفعہ گیدڑوں نے باہم مشورہ کیا کہ آؤ کہ سب اکٹھے ہوکر چلیں اور شہر کے کتوں کو شہر سے نکال دیں اور آبادی کو اپنے تصرف اور قبضے میں لے آئیں۔ یہ صلاح پکی کرکے سب مل کر اٹھے اور شہر کی جانب روانہ ہوئے۔ جس وقت ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں کے کتوں کو جو خبر پڑی تو وہ انہیں دیکھتے ہی حملہ آور ہوگئے۔ تمام گیدڑ بھاگ اٹھے اور جنگل میں کوئی کدھر کو جا نکلا اور کوئی کدھر کو۔ لیکن ان میں سے ایک گیدڑ بھاگ نہ سکا اور وہ ایک بنئے کی دکان میں جا چھپا۔ جب رات ہوگئی تو وہاں سے بنئے کی حساب کتاب کی ایک کاپی اٹھا کر گیدڑوں سے آن ملا اور لگا شیخیاں بگھارنے۔ بولا تم نے بھاگنے میں خوامخواہ جلدی کی۔ نہیں تو یہ دیکھو کہ میں یہ سند بادشاہ سے لکھوالایا ہوں، آؤ کہ اب واپس چلیں۔ اس کی یہ بات سن کر گیدڑوں کا حوصلہ بڑھا اور اس سند پر اعتماد کرکے دلیر ہوگئے۔ پھر سب مل کر شہر کو چلے۔ جب شہر کے قریب آئے تو پہلے کی طرح کتے پھر ان پر آن کڑکے۔ گیدڑوں نے بڑی مشکل سے بھاگ کر ان سے پیچھا چھڑایا۔ راستے میں بھاگتے ہوئے ایک گیدڑ نے کہا، بیلیو! جو بادشاہ سے سند لکھوا کر لایا تھا وہ کہاں گیا؟ اسے آواز دے کر بلاؤ کہ وہ سند کتوں کو دکھادے تاکہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی گیدڑ دوڑتا، سہکتا (ہانپتا) ہوا چلا آرہا ہے۔ گیدڑوں نے اس سے پوچھا، وہ سند تو نے کہاں کی (رکھی)؟ وہ بولا ''ابھی بادشاہ گردی کا وقت ہے۔'' یعنی امن وامان قائم نہیں ہوا ہے پھر سند کیونکر دکھائیں''۔ ۲۷

محرومی اور بدنصیبی کی وجہ اولیائے کرام کی بے ادبی ہے: ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ پہلے زمانہ کے طالبانِ حق کو ایسا اعتقاد اور اخلاص اور نیت کا خلوص حاصل ہوا کرتا تھا کہ وہ اونٹوں سے بھی اللہ جل شانہٗ کی معرفت حاصل کرلیا کرتے تھے۔ لیکن آج کل کے آدمی اعتقاد نہ ہونے اور اولیاء کرام ومرشدانِ کامل کی بے ادبی کرنے اور ان سے صحیح اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ فیضیاب نہیں ہوتے۔ بلکہ محروم اور بدنصیب رہ جاتے ہیں۔ ایسے بے ادب لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: یَنظُرُونَ اِلَیکَ وَھُم لَا یُبصِرُونَ یعنی اے محبوب رسول ﷺ! یہ بے ادب لوگ بظاہر تو تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقۃً وہ تجھے نہیں دیکھتے کیونکہ ان کے اندر والی آنکھ اندھی اور ان کی بصیرت گم ہوچکی ہے۔ ایسے لوگوں کے بےنصیب رہ جانے کا سبب یہ ہوا کرتا ہے کہ ان کے

دل اور ان کی نیتیں صاف نہیں ہوا کرتیں۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر بندوں کے دلوں اور نیتوں پر ہے، اعمال ظاہری پر نہیں۔ جیسا کہ اس پر حدیث شریف بھی شاہد ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ یعنی بلاشبہ اللہ پاک جل وعلا شانہٗ تمہاری صورتوں اور اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر ہے۔ دوسری حدیث میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ ۲۸

ادب، فیضِ باطنی کا دروازہ کھولتا ھے: ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس سنا اللہ باسرارہٖ کلھوڑوں کی دیہہ میں تشریف فرما ہوئے۔ رات کے وقت آپ کو بخار کی حرارت ہوگئی اس لئے صبح کو دوسری طرف روانگی کی تیاری میں دیر واقع ہوگئی۔ اسی حال میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ دریں اثنا آپ کے بھتیجے میاں محمد علی شاہ ولد میاں مرتضےٰ علی شاہ قدس اللہ سرہٗ الاقدس وہاں آئے اور چارپائی کی پائنتی پر دوسرے فقیروں کے پیچھے بیٹھ رہے۔ حضرت والا نے فقراء سے فرمایا ''اے یارو! میاں محمد علیشاہ تمہارے پیچھے بیٹھا ہے، اس کو جگہ دیدو کہ وہ آگے آکر بیٹھے۔ حدِ ادبِ سیادت اور حضرت میاں صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس کی اولاد ہونے کو مدِ نظر رکھو۔ جبکہ مرشد اور مرشد کی اولاد کی بے ادبی فیضِ باطنی کے بند ہوجانے کا سبب ہے۔ اس لئے ہم دو رکعت نمازِ نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس بے ادبی کی معافی مانگ کر اٹھیں گے۔ ہم نے اپنا اور اپنی اولاد کا ادب مریدوں کو بخش چھوڑا ہے۔ اس لئے ہماری اولاد میں سے اگر کوئی فقیروں کے پیچھے آبیٹھتا ہے ہم کچھ بھی نہیں کہا کرتے مگر دیگر سادات اور حضرت میاں صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس کی اولاد کے ادب کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم حدِ ادب سے تجاوز نہ کرو کیونکہ ادب فیضِ باطنی کا دروازہ کھولتا ہے اور بے ادبی بے نصیبی کی علامت ہے۔''

اپنے مرشد کے علاوہ دیگر بزرگوں کا ادب بھی لازم ھے: خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس سنا اللہ باسرارہٖ درگاہ مبارک والی مسجد میں بیٹھے وعظ ونصیحت فرما رہے تھے کہ ''اے یارو! فقراء کو ادب درکار ہے۔ اپنے طریقہ کے علاوہ جو دوسرے طریقے ہیں ان کا بے ادب نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کے دین پر تھے لیکن حضرت پیغمبر کریم ﷺ کے دینِ متین سے منکر ہونے کے باعث اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو خراب کر کے چھوڑا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فقراء کے دیگر طریقوں کی عیب جوئی کرے گا تو وہ بھی یہودیوں اور نصرانیوں جیسا کہلائے گا۔ تاہم سب کو اپنے مرشد جیسا نہ سمجھا جائے گا۔ مرشد کو مرشد کر کے دیکھا جائے اور دوسروں کا بھی ارادتمند بن کر رہا جائے۔ ان کا انکار نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی نالائق انکار کرے گا تو وہ یہودی یا نصرانی ہوگا۔ ۲۹

جس نے کسی ولی کی شکایت کی، اپنے مرشد کی شکایت کی: ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس سنا اللہ باسرارہٖ ٹنڈہ لقمان ٹالپر میں فروکش تھے۔ بوقتِ عصر بلوچوں کی ایک جماعت جو گھوڑوں پر سوار اتفاقاً وہاں سے گذرے، انہوں نے حضرت والا کو دیکھا تو گھوڑوں سے اترے اور آپ کی زیارت کے لئے حاضر بحضور ہوگئے۔ ان بلوچوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: یا حضرت! آپ کے مرید بزرگانِ لواری شریف کی شکایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''جو شخص کسی بھی بزرگ کے خاندان کی شکایت کرے گا تو اس نے گویا اپنے مرشد کی شکایت کی۔'' آپ کا یہ ارشادِ مبارک سنتے ہی ان بلوچوں کا سرگروہ جو سونے کی تلوار باندھے بیٹھا تھا وجد میں آگیا۔ کپڑے اور ہتھیار اتار کر پھینک دیئے۔ گھوڑا بمعہ ساز وسامان حضرت والا کے حضور نذر کردیا اور تارک الدنیا ہو کر فقیر بن کر آپ کی خدمت میں بیٹھ رہا۔

اے عزیز! حضرت والا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرات

انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود مسعود حقیقت میں ایک ہے۔ محض صورتوں کا اختلاف ہے جیسے کہ قرآن مجید میں بھی اس کی جانب اشارۃً فرمایا گیا ہے: ''لا نفرق بین احد من رسلہ'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اسی طرح اولیاء کرام کا وجود بھی متحد سمجھنا چاہئے جو حقیقت میں ایک اور ظاہری صورتوں میں مختلف ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرات بھی انبیاء کرام کے قدم بہ قدم پیرو ہیں۔ ۳۰

صفات میں ذات کا مشاہدہ: خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا کہ ''ایک دفعہ ہم سوار ہو کر کسی راستے سے گذر رہے تھے کہ ہم نے ایک خوبصورت آدمی راستے میں دیکھا جو عمدہ لباس پہنے عمدہ گھوڑے پر سوار، سینہ نکالے ہوئے بڑے فخر اور مغروری کے ساتھ آرہا تھا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر ہم نے دل میں کہا ''سبحان اللہ! اس وقت کس قدر کبریائی اور بے پروائی دکھائی جارہی ہے۔'' یوں فرماتے ہوئے دو تین آنسو آپ کی چشمانِ مبارک سے چھلک پڑے۔

یہ جہانِ عالمِ کثرت سراسر وہم اور خیالِ محض ہے: حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ ''یہ جہانِ عالم کثرت جو ظاہر نظر میں دکھائی دیتا ہے وہ سر بہ سر وہم اور خیالِ محض ہے، اس سے دل نہ لگانا چاہئے کیونکہ یہ سب عدمِ محض ہے جو حسِ بشری کی آنکھ میں ہست دکھائی دیتا ہے اور ہے۔ حقیقت میں نیست۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

ترا ہردم کشد پندارِ ہستی ازیں ہستی دریں عالم نہ رستی

ہستی کا زعم تجھ کو ہر دم ہلاکت میں ڈالے رکھتا ہے جس کی وجہ سے تو اس جہان میں اس ہستی سے آزاد نہ ہوسکا اور اس جہانِ فانی کی خاطر اس جہان باقی کو بھلا نہ دینا چاہئے۔ جیسے کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

نہ مے گویم کہ از عالم جدا باش بہر جائے کہ باشی با خدا باش

میں تجھ کو یہ نہیں کہتا کہ تو اس جہان سے علیحدگی اختیار کر لے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ تو جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مشغول رہ۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ ''مبتدی یعنی نئے طالب کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے مرشد کی صحبت میں رہے، ایک گھڑی کے لئے بھی اس کی صحبت سے علیحدہ نہ ہو۔ کیونکہ

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کے حضور ایک گھڑی کی صحبت اختیار کرنا سو سال بے ریا عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

عامی آدمیوں اور عورتوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ پس اگر اتفاقاً اپنے مرشد کی صحبت سے جدا رہنا پڑ جائے تو اس وقت اس کو چاہئے کہ اپنے مرشدِ کامل کے مناقب اور وعظ ونصیحت کی باتوں میں مشغول رہے۔''

عبادت سے جی چرانے والے ملحد ہیں: بچو فقیر منگریو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ موجودہ دور کے موحدوں کے حال پر ہمیں تعجب آتا ہے جو ظاہری عبادت سے جی چراتے ہیں اور اس سے گرانی محسوس کرتے ہیں اور معمولاتِ عبادت میں دل نہیں لگاتے۔ اگر یہ لوگ واقعی موحد ہوتے تو ان کا حال ہرگز یہ نہ ہوتا۔ کیونکہ موحد کو کسی بھی کام میں گرانی اور دل گرفتگی نہیں ہوا کرتی۔ پھر یہ جو ظاہری عبادت سے تنگ آجاتے ہیں انہیں کیا کہا جائے؟ شاید کہ یہ لوگ موحد نہیں بلکہ ملحد ہیں۔''

عبادت میں تساہلی محبوب سے محبت کی کمی کی غماز ہے: میدرو فقیر پلیجو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ کی خدمت میں ایک فقیر نے عرض کی ''یا حضرت! مجھ سے نماز ادا نہیں ہوتی۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ بھی محبوب سے محبت کی کمی ہے۔ اگر محبوب کی محبت دل میں پیدا ہوجائے تو پھر اس کے اقوال وافعال کی مکمل تابعداری نصیب ہوگی اور نماز میں وہ کوتاہی جو غلبۂ حال کی وجہ سے ہوا کرتی ہے اس نماز میں کیونکر ہوسکے گی جس میں خود نمازی کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ اس

وقت جو تو نے مجھ سے پوچھا ہے یہ محبوب سے محبت کی کمی کی وجہ سے ہے نہ کہ حالت کی وجہ سے۔ کیونکہ ایسے وقت سوال پوچھنے کی حاجت ہی باقی نہیں رہا کرتی۔'' [۳۱]

۷۔ آپ کی تعلیم طریقِ عشق پر مبنی ہے:

آپ نے اپنے طریقہ کو عشق کا طریقہ قرار دیا ہے۔ جذبۂ عشق آپ کی ہر تحریر، تلقین اور تعلیم سے عیاں ہے جن کا اندازہ درج ذیل ملفوظات سے کیا جا سکتا ہے:

طالبِ صادق کا پیر عشق ہے: خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن شام کے وقت درگاہِ مبارک پر میں نے حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس کو اپنے حالات سنائے۔ تو آپ نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا کہ یہ طالبِ صادق کا پیر سفید داڑھی والا نہیں ہے بلکہ اس کا پیر عشق ہے۔''

جب عشق آیا، عقل گئی: حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے ارشاد فرمایا کہ ''حضرت سلیمان علیہ الاسلام کے زمانے میں ان کی خدمت میں مچھر فریاد لے کر آئے کہ یا نبی اللہ! ہم پر ہوا نے ظلم کیا ہے، ہمیں اپنے وطن سے دربدر کر دیا ہے اس کو تنبیہ فرمائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ''تمہارے دعوے کا تدارک ظالم مدعیٰ علیہ کی موجودگی کے بغیر نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے فریقین کے بیان ایک دوسرے کے سامنے لے لئے جائیں تو اس کے بعد ہی حق کا حساب ہو سکے گا۔ تم یہیں بیٹھ جاؤ، ہم ہوا کو طلب کرتے ہیں۔'' جب ہوا آئی تو مچھر ٹھہر نہ سکے اور وہ اڑ گئے لہٰذا ان کی فریاد نا قابلِ سماعت ٹھہری۔ اس مقام پر حضرت والا نے فرمایا کہ مچھر کی مثال عقل ہے اور ہوا کی مثال عشق ہے۔ جب عشق آیا، عقل گئی۔

عشق آمد عقل را حیراں کند ۔۔۔ بلکہ از وطنِ خودش ویراں کند

عشق آتا ہے تو عقل کو حیران کر دیتا ہے بلکہ اس کو اس کے وطن سے جلاوطن کر دیتا ہے۔

انتظارِ محبوب: حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا کہ ''طالب کو چاہئے کہ وہ اپنا دل ہمیشہ محبوبِ حقیقی کے انتظار میں اس طرح رکھے جیسے کہ عاشق اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کے دیدار کے لئے ہمیشہ پریشان و بے قرار رہتا ہے۔

معلق را چہ صبر چہ قرار است ۔۔۔ (مبتلائے عشق کو صبر و قرار کیسا؟)

یہاں پر آپ نے ایک سندھی بیت بھی پڑھا۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے:) جس طرح روزہ دار مغرب کی اذان کا منتظر ہوتا ہے اسی طرح میں بھی دوستوں کا منتظر ہوں۔

۸۔ فیض اپنے مرشد سے ہی ملتا ہے:

مرشد کا فیض ضرور رنگ لا کر رہتا ہے: ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مرشد کامل کا فیض اور توجہ اس سانپ کے زہر کے مانند ہے جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈنگ لگایا تھا جبکہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ غارِ ثور میں تھے۔ اس سانپ کے زہر کا اثر بوقتِ وصال ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح مرشدِ کامل کا فیض مرید کو فی الحال مل جائے گا اور اگر فی الحال نہ ملا تو بھی مرید کی وفات کے وقت ضرور بالضرور اس سانپ کے زہر کی طرح مرشد کے فیض کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا'' مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دامنِ او گیر زود تر بے گماں ۔۔۔ تا رہی از آفتِ آخر زماں

(مرشد کا دامن جلد از جلد پکڑ لے تاکہ تو آخری وقت کی آفت سے بچ سکے۔)

فیض اپنے مرشد ہی سے مل سکتا ہے: نظر علی ٹالپور کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ 'لاڑ' کے سفر میں، میں حاضر تھا۔ میں نے حضرت والا پیر سائیں روزہ دھنی کی خدمت میں عرض کی ''یا حضرت میں اگرچہ 'لواری' والے بزرگوں کا مرید ہوں تاہم میں آپ سے آپ کے مریدوں جیسی عقیدت رکھتا ہوں۔ مجھ پر بھی توجہ کی عنایت فرمائیں۔'' آپ نے تمثیل میں جواب دیا کہ ''بھینس دودھ دیتے وقت اپنے بچے کو پہچان کر ہی سارا دودھ تھنوں میں اتارا کرتی ہے۔ اس کے بعد دودھ دوہنے والا نکالا کرتا ہے۔ بھینس کسی دوسری کے بچے کو دیکھ کر

تھنوں میں دودھ نہیں اتارتی۔ اس تمثیل میں بچے سے مراد نسبت والا مرید ہے۔ وہ جب مرشد کے حضور آتا ہے تو اس کا مرشد نہایت خوش ہوتا ہے اور اس وجہ مرشد پر علمِ غیبی اور فیض نازل ہوتا ہے اور پھر مرشد مرید کو فیض عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اس مرید کے طفیل حاضرینِ مجلس بھی بہرہ یاب ہوتے ہیں جس طرح بھینس کے بچے کے سبب دودھ دوسروں کو ملتا ہے۔

اگر دنیادار، بے نسبت، قبض والا کسی ولی کے حضور آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ ولی اللہ کی طبیعت پر گراں گذرتا ہے بلکہ قبض کے سبب دوسرے بھی فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ۳۳

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(ترجمہ: بے ادب تنہا خود برا نہیں بنتا ہے بلکہ وہ سارے زمانے میں آگ لگا دیتا ہے۔) مولانائے روم

۹۔ اتباعِ سنت سے انحراف نہ کرو:

حضرت والا ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں تھے۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد دعا مانگ کر مصلے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اے دوستو! اگر ہمت ہو تو اپنے رب کی طرف دوڑو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ففروا الی اللہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت سے ہرگز روگردانی نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب اس راہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔'' اتنا ارشاد فرما کر آپ اعتکاف والی جگہ میں تشریف لے گئے۔ خلیفہ میاں لقمان کہتے ہیں کہ نمازِ مغرب کے بعد میں مسجد کے صحن میں کھڑا تھا کہ حضرت والا پھر اعتکاف والی جگہ سے باہر تشریف لائے۔ میں نے جونہی آپ کو دیکھا، فرطِ مسرت سے بے تاب ہو کر میں نے اپنا بازو آپ کی جانب دراز کر کے کہا ''میرا مرشد آیا ہے۔'' لیکن ایسا کرنے پر میں فوراً پشیمان ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ آپ آگے بڑھے اور مصلے پر بیٹھ گئے تو میں نے عرض کی: ''یا حضرت! مرشد کی جانب بازو دراز کرنا درست ہے یا نہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہم نے یہ مسئلہ کسی کتاب میں دیکھا نہیں ہے۔'' پھر فرمایا: ''قریب آؤ۔'' میں قریب ہوا تو آپ نے مجھ سے بغلگیر ہو کر فرمایا: ''کھوکھروں کے گاؤں میں گئے تھے؟'' میں نے عرض کی ہاں جناب! آپ نے فرمایا وہاں کے لوگ کس حال میں ہیں؟ میں نے عرض کی: ''وہ اچھی طرح ذکر و فکر میں مشغول ہیں۔'' یہ سن کر آپ نہایت مسرور ہوئے۔ دریں اثناء تمام جماعت کو پتہ چل گیا کہ حضرت والا تشریف لائے ہیں اور سب آ کر جمع ہو گئے۔

سلطان فقیر جو عالمِ استغراق میں تھا، اس نے عرض کی ''یا حضرت! آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی متابعت کرو، سو اگر پوری متابعت یعنی حقیقی متابعت حاصل ہو گی تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ محض ظاہری متابعت تو ہم سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہم کو ظاہری متابعت ہی حاصل ہو جائے تو بھی غنیمت ہے اور آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم۔ ترجمہ: اے محبوب! تم فرما دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' ۳۴

اتباعِ سنت ہی منزلِ مقصود تک پہنچنے کا راستہ ہے:

حضرت والا نے یہ فرمایا کہ ''حضرت میاں صاحب (والد ماجد) قدس اللہ سرہٗ مجھے اور میرے دوسرے بھائیوں کو اکثر یہی فرمایا کرتے تھے کہ ہم جو تمہیں ظاہری علم پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ اس لئے نہیں کہ علم کی وجہ سے مخلوق میں تمہاری عزت و آبرو بڑھے اور نہ اس لئے کہ تم قاضی یا عالم بنو بلکہ ہماری یہ کوشش صرف اس غرض سے ہے کہ تم سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقفیت حاصل کرو اور تمہیں اس پر عمل کرنے کی استقامت حاصل ہو۔ اس لئے کہ دنیا و آخرت میں منزلِ مقصود تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے اور بس۔'' ۳۵

سب سے بڑی اور بہترین خوشی میلاد النبی ﷺ ہے:

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہماری خوشیوں میں سب سے بڑی اور بہترین خوشی نبی پاک ﷺ کی ولادتِ مقدسہ کی خوشی منانا ہے۔'' حضرت والا کا معمول تھا کہ جب آپ میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانے کا اہتمام فرماتے تو آپ جماعتِ فقراء کو اپنی حویلی مبارک میں لاکر طعام کھلایا کرتے تھے اور فقراء کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں سے دھلایا کرتے تھے اور ہر ایک کو 'مرحبا' اور 'خوش آمدید' کہا کرتے تھے اور ہر ایک پر گلاب کا چھڑکاؤ فرمایا کرتے تھے۔ بے انتہا خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے۔ جب فقراء طعام کھا کر فارغ ہوتے تو پھر اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے ہاتھ دھلواتے اور اسی خوشی و مسرت کے ساتھ نیاز مندی کا اظہار فرماتے ہوئے رخصت کرتے تھے۔ فارغ ہونے تک مرحبا اور خوش آمدید کہتے رہتے تھے۔ اس تقریبِ سعید کے موقع پر شادی بیاہ سے بھی زیادہ عمدہ و نفیس طعام تیار کرایا کرتے تھے۔ ۳۶

رسولِ خدا ﷺ کے بے ادب کی بخشش نہ ہوگی:

قاضی محمد شفیع علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا ''مثلاً اگر کوئی شخص دل میں یہ ارادہ کرلے کہ میں اپنے دین سے منحرف ہوگیا اور پھر اس پر پشیمان ہوکر اس فعل سے توبہ کرے تو اللہ جل شانہٗ اس کا گناہ معاف کردے گا۔ لیکن اگر اپنے دل میں یہ خیال لائے کہ میں اپنے مرشد سے منحرف ہوگیا تو پھر اس کے بعد خواہ ہزار مرتبہ توبہ کرے تو بھی ہرگز اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور وہ شخص گندے انڈے کے مانند ہے کہ چاہے سو مرغیوں کے نیچے رکھا جائے تو بھی اس میں بچہ پیدا نہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی کے کام آسکے گا۔''

محمد بہ بخشد گنہگار حق را ولے حق نہ بخشد خطائے محمد ﷺ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے گنہگار کو معاف فرمادیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کے خطا کار بے ادب کو نہ بخشے گا۔ ۳۷

ہمارا مقصود صرف رضائے خدا اور رسولِ خدا ﷺ ہے:

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میری دعوت پر حضرت والا ''لاڑ'' میں تشریف لائے۔ آپ میرے مکان میں رونق افروز تھے کہ سادات و علماء کی ایک جماعت حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت اپنے صاحبزادے میاں صبغت اللہ کو مثنوی کا سبق پڑھا رہے تھے نہایت دلکش آواز میں مثنوی پڑھتے اور معنےٰ بیان فرمارہے تھے۔ اسی دوران سید محمد صدیق سید پوری نے عرض کی ''یا حضرت! اللہ تعالیٰ خلیفہ لقمان کی عمر دراز کرے اور اسے سلامت رکھے کہ اس کے طفیل ہمیں بھی آپ کی زیارت نصیب ہوجاتی ہے اور آپ نے یہ بھی اچھا ہی کیا کہ آپ اپنے ساتھ اپنے کم سن صاحبزادے کو بھی لے آئے ہیں کہ اس طرح علم حاصل کرنے کے علاوہ مریدوں کی جان پہچان بھی اسے ہوتی رہے گی۔'' آپ نے یہ نامعقول بات سن کر فرمایا ''ہم صاحبزادے کو مریدوں کی جان پہچان کرنے ساتھ نہیں لائے بلکہ صرف علم پڑھانے کی خاطر لائے ہیں اور ہم جو سفر کرتے اور کہیں آتے جاتے ہیں تو اس کا مطلب بھی یہ نہیں ہوتا کہ ہم مریدوں سے خدمت کراکر خوش ہوں۔ بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب اور اس کی اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر سفر کیا کرتے ہیں اس لئے کہ ہم امتِ محمدیہ کے خدمتگار ہیں۔'' ۳۸

۱۱۔ تقویٰ اور کمال کا درس:

تقویٰ و توکل، صبر و شکر، توبہ و استغفار انفاق فی سبیل اللہ پر مبنی قرآن مجید کی تعلیمات آپ کے طریقِ تعلیم و تربیت کا محور ہیں:

توبہ کی فضیلت: حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا ''جس شخص نے کوئی گناہ کیا اور پھر اس گناہ پر وہ نہ پشیمان ہوا اور نہ توبہ کی اور نہ ہی اس کے دل میں اس گناہ کے ارتکاب سے کوئی رنج و غم پیدا ہوا تو وہ گناہ اس کے ذمے رہ جاتا ہے اور جس شخص نے گناہ سے توبہ کی اور بہت زیادہ دکھ اور پشیمانی کا احساس کیا تو اللہ تعالیٰ اس

کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔'' ۳۹

توبہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ نہایت راضی ہوتا ہے:

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور پشیمان ہونے والے بندے پر نہایت خوش ہوتا ہے اور اس کے رجوع واطاعت پر ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اونٹ پر سامانِ خورد ونوش لاد کر کسی بیابان میں سفر کر رہا ہو اور وہاں اس کا اونٹ گم ہو جائے اور یہ شخص اونٹ اور سامانِ خورد ونوش سے مایوس ہو کر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ پھر ایسی مایوسی کی حالت میں اس کا وہ گمشدہ اونٹ معہ سامان اس کو دوبارہ مل جائے تو جس طرح اس وقت اس کو فرحت وخوشی حاصل ہوتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے تائب بندے سے راضی اور اس پر خوشی ہوتا ہے۔ (اور یہ مثال صرف سمجھانے کے لیے بیان کی جارہی ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے بلند ہے۔)''

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات: ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی ملا، اس نے عرض کی ''یا کلیم اللہ! میں بے حد مسکین اور تنگدست ہوں۔ میں اور میرے گھر والے بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ اللہ کے دربار میں میری درخواست پیش فرمائیں کہ میرے رزق میں کشادگی ہو۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو اس آدمی کی درخواست بھی پیش کردی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: ''اے موسیٰ! اس شخص کی عمر لمبی اور رزق کم مقدر ہے۔ اس لئے اس کو اس کی عمر کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا رزق عطا کیا جاتا ہے۔ واپسی پر وہ شخص ملا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا دیا۔ وہ شخص بولا۔ ''حضور! دوبارہ جب آپ اللہ سے ہم کلام ہوں تو میری یہ التجا پیش کردیں کہ میری پوری عمر کی جس قدر روزی مقدر ہے وہ سب مجھ کو ایک ہی دفعہ عطا فرمادی جائے تاکہ دو چار دن تو پیٹ بھر کر کھالیں، آخر مرنا تو ہے۔ پھر اگر ہم بھوک کی شدت سے مرگئے تو کچھ ہرج نہ ہوگا۔''

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دوبارہ کوہِ طور کی طرف تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے اس شخص کی التجا بارگاہِ الٰہی میں پیش کردی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست قبول فرمالی اور باقی ماندہ عمر کا تمام رزق یک بارگی اس کو عطا فرمایا۔

وہ شخص ہاتھی کی مانند بھوکا تھا۔ اس نے وہ سارا رزق ایک ہی دن میں پکوالیا اور شہر کے اور گرد ونواح کے تمام مسکینوں اور محتاجوں کو دعوتِ عام دے کر فی سبیل اللہ کھلا دینے کے بعد اپنے بال بچوں کو کھلایا اور خود بھی خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو کر سوگیا۔

جب وہ اگلی صبح اٹھا تو دیکھا کہ جس قدر رزق پکا کر کھلا دیا تھا اسی قدر رزق پھر موجود ہے۔ اس نے پھر اسی طرح کیا سارا رزق پکوا کر مسکینوں اور محتاجوں کو کھلا دیا اور خود بھی بمعہ اہل وعیال شکم سیر ہو کر سورہا۔ اس کے بعد روزانہ اسی طرح ہونے لگا وہ سارا رزق روزانہ پکوا کر کھلاتا اور کھاتا رہا۔ کچھ مدت بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کو خوش حال اور آسودہ دیکھا تو حیران رہ گئے اور جب کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو عرض کی ''یا اللہ! اپنے اسرار سے صرف تو ہی واقف ہے۔ تو نے تو یہ فرمادیا تھا کہ اس شخص کی پوری عمر کی روزی یہی ہے جو اس کو یکبارگی عطا فرمادی گئی۔ اس کو کھا لینے کے بعد وہ مرجائے گا لیکن وہ شخص تو ابھی تک نہ صرف یہ کہ زندہ ہے بلکہ خوشحال بھی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ''اے موسیٰ! میں اس کے قرض سے سبکدوش ہی نہیں ہورہا۔ اس لئے کہ وہ ہر روز سارا رزق پکا کر میرے نام پر مسکینوں اور محتاجوں کو کھلا دیتا ہے اور میں اس کے معاوضہ میں جب اور رزق اسے عطا فرماتا ہوں تو وہ پھر میرے نام پر خیرات کردیتا ہے، پھر جب وہ میرے نام پر دینے سے نہیں تھکتا تو میں جو رب العالمین ہوں اس کو مزید عطا فرمانے سے کیونکر تھک جاؤں؟''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ ۴۰

مال و زر کوڑا کرکٹ ہے: خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اور میاں سلطان، فقیر نظامانی اور سید میر علیشاہ درگار شریف حاضر ہوئے۔ اس دفعہ حضرت والا کے مریدوں نے حضرت والا کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کے لئے کپڑا، سونا، چاندی، بصورتِ زیورات اور دیگر تحائف ہمیں دیئے تھے۔ حضرت والا اس وقت ایک باغیچہ کے چودرے میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے وہ سارے تحائف پیش خدمت کر دیئے۔ حضرت والا نے یہ تحائف دیکھ کر بندہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''(واہ واہ) تو جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس طرح کر رہا ہے، اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ سمیٹ کر ہمارے گھر میں پھینکتا ہے؟ اس طرح کرنا نہیں چاہئے۔''

میں نے عرض کی: ''حضرتا! میں یہ چیزیں اپنے گھر سے نہیں لایا ہوں درگاہِ مبارک کے مریدوں نے بطورِ نذرانہ بھیجی ہیں۔ مجھے تو جو کچھ ملتا ہے درویشوں کو خیرات کر دیتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''جو بھی مال و زر ہمارا یا تیرا سب کچھ درویشوں کو خیرات کر دیا کر۔'' اس کے بعد پھر کبھی کوئی نذرانہ لے کر حاضرِ خدمت نہ ہوا۔ جو کچھ ملتا وہیں خیرات کر دیا کرتا تھا۔ ۴۱

صبر اور بے صبری: حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء اور عوام الناس موت کی تقدیر واقع ہونے، بیماریوں اور دیگر حادثات میں برابر ہیں لیکن انبیاء، اولیاء اور عام آدمیوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء مصائب پر صبر کرتے ہیں، وہ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ لَا رَدَّ لِلتَّقْدِیْرِ یعنی تقدیر ٹلتی نہیں۔ جو ہونا ہے ضرور ہو کر رہے گا اور وہ رضا و تسلیم سے گردن جھکا دیتے ہیں، چون چرا نہیں کرتے۔

اور عوام الناس کا حال یہ ہے کہ تقدیر الٰہی سے کوئی حادثہ واقعہ ہوتا ہے تو پہلے تو اس کو روکنے کی بے سود تدابیر کرتے ہیں، آہ و فغاں بھی کرتے ہیں، حتیٰ کہ صبر و رضا کا دامن چھوڑ کر شرکیہ الفاظ تک منہ سے نکال دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کرتے تو یہ تکلیف ہم کو نہ پہنچتی۔ اگر ایسا کر لیتے تو ایسا ہوتا۔ مسبب حقیقی سے روگردانی کرتے ہوئے بیکار اسباب میں الجھ کر حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود ۔۔۔ آن دوا در نفع خود گمرہ شود

جب قضا آتی ہے، طبیب بے وقوف ہو جاتا ہے اور جو دوا تجویز کی جائے نفع نہیں دیتی۔

حوالہ جات

۲۷ ایضاً، ص: ۸۱ تا ۸۹
۲۸ ایضاً، ص: ۹۷، ۹۸
۲۹ ایضاً، ص: ۱۰۳، ۱۰۴
۳۰ ایضاً، ص: ۱۰۲، ۱۰۳
۳۱ ایضاً، ص: ۲۷ تا ۲۹
۳۲ ایضاً، ص: ۱۴۷، ۱۴۸
۳۳ ایضاً، ص: ۲۴۵ تا ۲۴۷
۳۴ ایضاً، ص: ۳۷۳ تا ۳۷۴
۳۵ ایضاً، ص: ۲۸۴ تا ۲۸۵
۳۶ ایضاً، ص: ۳۵۶ تا ۳۵۷
۳۷ ایضاً، ص: ۱۰۸، ۱۰۹
۳۸ ایضاً، ص: ۱۱۶، ۱۱۷
۳۹ ایضاً، ص: ۸۱ تا ۸۳
۴۰ ایضاً، ص: ۲۳۲ تا ۲۳۴
۴۱ ایضاً، ص: ۲۱۴، ۲۱۵

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

محبت غوثِ اعظم اور امام احمد رضا

مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی*

امام احمد رضا کے عشق کی کہانی بڑی نرالی ہے۔ جس پر لکھتے چلے جائیے، نئے نئے اندازِ عشق و محبت نظر آئیں گے۔ اور کیوں نہ ہو کہ انہوں نے قرآن واحادیث سے درسِ محبت والفت سیکھا ہے۔ صحابہ کرام کے مبارک گوشوں سے اپنی فکر کو تازگی بخشی اور تصورات و خیالات کو نئی زندگی بخشی۔ اسی لیے آج بڑی بڑی شخصیتیں ان کے عشق وادب کی داد دے رہی ہیں۔

عاشقِ صادق تو وہی ہوتے ہیں جو صرف محبوب سے ہی محبت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ان سے منسوب ہر چیز کو عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ محبوب کے کوچہ و بازار، محبوب کے خاندان والوں سے بھی محبت وعشق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میرے رضا کا شمار بھی انہی عشاق و محبین میں ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ سے آپ نے جو عقیدت و محبت کی مثالیں پیش کیں انہیں پڑھ کر اور سن کر ایمان و یقین کی پختگی کا سامان فراہم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کے یہ اشعار بہترین دلیل ہیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

نورِ الٰہ کیا ہے محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

(حدائقِ بخشش)

اور اہلِ بیتِ مصطفیٰ سے امام موصوف نے جو محبت وعشق کیا وہ بھی معاصرین میں انہیں ممتاز کرتا ہے۔ آلِ مصطفیٰ سے اپنی قلبی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ فقیر بحمدہٖ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ خادم وخاکپا ہے ان کی محبت وعظمت ذریعۂ نجات وشفاعت جانتا ہے۔'' [۱]

محبت مصطفیٰ وآلِ مصطفیٰ ﷺ کی سیکڑوں مثالیں امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کے منظوم کلام میں دیکھی جاسکتی ہیں نیز نوجوان محقق و مصنف سید صابر حسین شاہ بخاری (پاکستان) کی تصنیف ''احترامِ سادات اور فاضلِ بریلوی'' اس سلسلے میں بہت خوب ہے۔

سرِ دست شہزادۂ رسول حضور پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی المعروف غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی عقیدت ومحبت کے کچھ نمونے ہدیۂ قارئین کررہا ہوں کہ یہ پہلو بھی ابھی تشنۂ تحریر ہے۔

محبت حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رضا کے قلب وجگر میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کی مجلس میں سرکار غوثیت مآب کا تذکرہ بڑے ادب واحترام کے ساتھ کیا جاتا جس سے محبت والفت کے سوتے پھوٹتے نظر آتے۔ تادمِ زیست آپ نے بغداد شریف کی طرف پاؤں پھیلانا گوارا نہ کیا۔ حضور غوثِ اعظم کی نگاہ کرم بھی آپ پر خوب رہی۔ عنایات ونوازشاتِ غوثِ پاک سے آپ کو وافر حصہ ملا۔ یہاں تک کہ سرکار پیرانِ پیر نے امام احمد رضا کو اپنا نائب فرمایا۔ اس سلسلہ میں مشائخ کرام سے کئی ایک واقعات منقول ہیں۔ عارف باللہ شیخ وقت حضرت شیر محمد میاں صاحب شرقپوری قدس سرہٗ العزیز ایک بار عالمِ خواب میں حضرت غوث الوریٰ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شرقپوری نے سوال کیا کہ حضرت! اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ''بریلی میں احمد رضا''۔ [۲]

اور مفتی محمد غلام سرور قادری (ایم۔اے) لکھتے ہیں:

''حضور مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نقشبندی رضی اللہ عنہ کو خواب میں حضور پرنور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ کو سرکار نے فرمایا کہ:

''ہندوستان میں میرے نائب مولانا احمد رضا بریلوی ہیں۔''

*باسنی، ناگور، راجستھان، انڈیا۔

چنانچہ حضرت میاں شیر محمد صاحب (شرقپوری) اور حضرت محدث علی پوری کو اعلیٰ حضرت سے اس خواب کے بعد اور زیادہ عقیدت ہوگئی۔ آپ بریلی شریف میں حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت بریلوی کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا اور خواب بھی بیان کیا۔'' ۳

امام احمد رضا کو سرکار بغداد سے جو قلبی لگاؤ اور وابستگی تھی وہ اپنے اور بعد کے زمانے کے عشاقِ غوثِ اعظم میں ان کو ممتاز کرتی ہے۔ زندگی بھر غلامیٔ غوث پر فخر کرتے رہے اور ان کی غلامی کا پٹہ گلے کا ہار بنائے رکھا۔ یہ آپ کی بے مثال و بے نظیر وابستگی و شیفتگی کا ہی نتیجہ ہے کہ خود فرماتے ہیں:

''ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے۔ حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجے تک تو ہم نے پہونچا دیا، آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکارِ غوثیت رضی اللہ عنہ کی غلامی مراد ہے۔'' ۴

امام احمد رضا کے نہاں خانۂ دل میں عشقِ غوثیت مآب کی جو قندیل روشن تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے مشہور ادیب و ناقد نیاز فتحپوری لکھتے ہیں:

''مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شئے قدرِ مشترک تھی اور وہ ہے غوث الاعظم کی ذات والا صفات جس سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا میرا

نسبتِ قادریت کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباس بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ مولانا محمد احمد مصباحی، صدر المدرسین، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور لکھتے ہیں:

''نسبتِ قادری اور غیرتِ عشق کا اثر بھی امام احمد رضا پر ویسا ہی تھا جو اکابر اولیا کو اپنے شیوخ کی بارگاہوں میں ہوتا ہے۔ ایک بار عرض کیا گیا، حضور سیدی احمد زروق رضی اللہ عنہ (جو بزرگوں میں ہیں) نے فرمایا، جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زروق کہہ کر نداء کرے، میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہ کی، جب کبھی میں نے استعانت کی، ''یا غوث'' ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر۔'' ۵

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصل ایک نوا سنج رہے گا تیرا
(حدائقِ بخشش)

امام احمد رضا نے جس طرح محبتِ رسول کے ساتھ متعلقاتِ رسول سے محبت کی اسی طرح محبتِ غوثیت کے ساتھ منسوباتِ غوثِ اعظم سے بھی الفت و محبت کی مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ اس کی عمدہ اور نفیس مثال دیکھنی ہو تو خلیفۂ اعلیٰ حضرت محدثِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہما کا یہ واقعہ پڑھئے۔ فرماتے ہیں:

''دوسرے دن کارِ افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی، اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحۂ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے۔ سب حاضرین بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے۔ لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرہ کو نوکِ زبان سے اٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکارِ غوثیت مآب کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحۂ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرّے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔'' ۶

ایسی محبت و عقیدت اسی کے قلب و جگر میں پیوست ہو سکتی ہے جو دل و جان سے سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور بلندیٔ درجات کا معترف ہو۔ اب آئیے امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش سے وہ اشعار ملاحظہ کریں جن سے غوث اعظم سے والہانہ عقیدت والفت کا اظہار ہوتا ہے۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا
اے رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سید جید ہر دہر ہے مولا تیرا
(حدائقِ بخشش)

امام احمد رضا نے کئی ایک منقبتیں بارگاہِ غوثیت میں عرض کی ہیں جن میں آپ کی فضیلت مطلقہ اور اوصاف وکمالات کا خوب خوب ذکر کیا گیا ہے۔ اس خصوص میں مندرجہ ذیل اشعار دیکھئے۔

جسے عرشِ دوم کہتے ہیں افلاک
وہ تیری کرسی منزل ہے یا غوث
تیری عزت تیری رفعت تیرا فضل
بفضلہٖ افضل و فاضل ہے یا غوث

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبد القادر
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر
مفتیِ شرع بھی ہے قاضیِ ملت بھی ہے
علمِ اسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر
(حدائقِ بخشش)

متعلقات ومنسوباتِ غوثِ اعظم سے عقیدت واحترام پر مشتمل مندرجہ ذیل اشعار پڑھئے اور عشق کی انگڑائی دیکھتے جائیے۔

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا
(حدائقِ بخشش)

امام احمد رضا کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے مقرب بندے ہماری فریاد سنتے ہیں اور مدد فرماتے ہیں اور بہت کچھ عطا بھی کرتے ہیں اسی لیے وہ بارگاہِ غوث میں عرض گزار ہیں۔

کہا تُو نے کہ جو مانگو ملے گا
رضا تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث

تو قوت دے میں تنہا کام بسیار
بدن کمزور دل قائل ہے یا غوث
(حدائقِ بخشش)

غوثِ اعظم کی شان میں امام احمد رضا نے متعدد اشعار کہے جنہیں پڑھ کر مشامِ جاں معطر ہو جاتا ہے۔ حدائقِ بخشش (جلد دوم) میں تو آپ نے پورے حروف الہجاء کی ترتیب سے رباعیات لکھیں جن میں عظمت ومحبت شاہِ جیلاں کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

ردیف الباء:

در حشر گہ جناب عبد القادر
چوں نشر کنی کتاب عبد القادر
از قادریاں مجو جداگانہ حساب
مدّے شمر از حساب عبد القادر

ردیف الخاء:

اے ظلِّ الٰہ شیخ عبد القادر
اے بندہ پناہ شیخ عبد القادر
محتاج وگدائم وتو ذوالتاج وکریم
شیئاً للہ شیخ عبد القادر
(حدائقِ بخشش)

امام احمد رضا کے اس شعر پر میں اپنی گفتگو ختم کر رہا ہوں۔

رضا کے سامنے کی تاب کس میں
فلک وار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث

حوالہ جات

۱۔ فتاویٰ رضویہ شریف، امام احمد رضا محدثِ بریلوی
۲۔ امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات: مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص: ۱۴۷
۳۔ الشاہ احمد رضا، مفتی غلام سرور قادری، ص: ۱۳۶
۴۔ الملفوظ، امام احمد رضا، ج: ۳، بحوالہ، رد بدعات ومنکرات، ص: ۱۴۶
۵۔ امام احمد رضا اور تصوف، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۹۱
۶۔ خطبۂ صدارت، بحوالہ امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات، یٰسین اختر مصباحی، ص: ۱۴۷، ۱۴۸

تعزیت نامہ

بر وصال حضرت علامہ مولانا محمد تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ

از: امیر جماعت اہلسنّت، علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ:

شیخ الحدیث والتفسیر صدر العلماء حضرت علامہ مولانا محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا، مولائے کریم انہیں غریقِ رحمت فرمائے، حضرت علامہ تحسین رضا نے اپنے خانوادے کی شاندار روایات کے مطابق بے مثال دینی خدمات انجام دیں اور خلقِ کثیر کو آپ کے علم نے نفع پہنچایا، ان کی وفات صرف خاندانِ اعلیٰ حضرت ہی کا نقصان نہیں بلکہ پوری دنیائے سنّیت کا نقصان ہے۔ ان کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا بے حد مشکل ہے۔ انتقال کی خبر ملتے ہی دارالعلوم امجدیہ میں آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، نیز مختلف مدارس، مساجد اور ہمارے حلقۂ احباب میں فاتحہ خوانی ہوئی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل حضرت کی دینی خدمات کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، تمام پس ماندگان، مریدین، متوسلین خصوصاً اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

از: پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب

(کنز الایمان کے انگریزی مترجم، چیئرمین سپریم کونسل، جمعیت علمائے پاکستان۔
سابق وائس چیئرمین، ورلڈ اسلامک مشن۔ سابق صدر، جمعیت علمائے پاکستان):

استاذ العلماء علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے ہونہار و قابلِ فخر چشم و چراغ تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ کا تعلق بڑے علمی و عملی گھرانے سے تھا۔ آپ نے تقریباً پچاس سال علمِ حدیث کی خدمت کی۔ تمام اہلِ سنت کے لیے یہ عظیم سانحہ بہت کرب ناک اور رنج والم کا باعث ہے کہ آپ ایک تبلیغی سفر کے دوران ٹریفک کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمہ کے تمام متعلقین وورثاء بالخصوص مولانا حسان رضا خاں کے ساتھ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کا بہتر نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے تمام پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہِ النبی الامین ﷺ

تاثرات بر وصال علامہ مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ

از: ماہر رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب:

وانہ ھو اضحک و ابکی وانہ ھو امات و احیا...... وہی ہنساتا ہے، وہی رُلاتا ہے...... وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے...... جب چاہے عطا فرماتا ہے، جب چاہے لے لیتا ہے...... غم بھی اس کی طرف سے، خوشی بھی اس کی عطا ہے...... زندگی بھی اس کی عطا ہے، موت بھی اس کی عطا ہے۔

تیری مرضی جو دیکھ پاتی ہے — خلشِ درد کی بن آتی ہے

ایک عظیم حادثہ گزر گیا۔ یہ حادثہ اہلِ سنت و جماعت کا ایک عظیم المیہ ہے۔

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو — رونا ہے یہ کوئی ہنسی نہیں ہے

مخدوم ملت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، تواضع، انکساری میں یگانۂ روزگار تھے۔ سادہ لباس، سادہ مزاج، سادہ گفتار۔ ان کی اداؤں میں خود پسندی یا خودنمائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ ان کے چہرے پر سلف صالحین کا نور نکھارتا تھا۔ جیسے حضرت صدر الافاضل کے چہرے پر، جیسے حضرت ابوالبرکات سید احمد کے چہرے پر، جیسے حضرت برہانِ ملت کے چہرے پر، جیسے مفتی محمد مظہر اللہ شاہ علیہم الرحمہ کے چہرے پر...... اب ان نورانی چہروں کو آنکھیں ترستی ہیں۔

کون جیتا ہے شبِ ہجر سحر ہونے تک — عمر اک چاہیے یہ عمر بسر ہونے تک

فقیر جب بھی بریلی شریف حاضر ہوتا، محبی ڈاکٹر سر تاج حسین رضوی کے ہاں قیام کرتا، حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ باوجود اپنی اعلیٰ خاندانی وجاہت اور علمی عظمت کے، ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور بڑا کرم فرماتے۔ جامعہ نوریہ رضویہ میں شیخ الحدیث تھے، ایک مرتبہ وہاں بھی شرف نیاز حاصل کیا۔ ۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/۳ اگست ۲۰۰۷ء اچانک حادثے کی خبر سنی تو دل پر ایک بجلی سی گری۔ پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ حضرت علیہ الرحمۃ کا آنا جانا، کرم فرمانا یاد آیا۔ دل سے مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا نکلی۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہوترا — نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہوترا

آمین

از: علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی:

اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت، مجدّدِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے بریلی شہر کی جہاں بھر میں جو شہرت ہے، وہ کسی اور حوالہ سے نہیں، بلاشبہ تاجدارِ بریلی ہیں اور انہی کی وجہ سے اس شہر کو ''بریلی شریف'' کہا جاتا ہے۔

تاج دارِ بریلی کے گھرانے کا شرف ''علوم و معارف'' میں ممتاز ہونا ہے۔ بریلی کے چھوٹے سے شہر سے دنیائے علم و عرفان کو بڑے بڑے اہلِ علم ملے ہیں۔

شیخ الحدیث، استاذ العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا نام بھی اس گھرانے کے حوالے سے محترم اور معتبر ہے۔ تاج دارِ بریلی سے نسبی قرابت کے علاوہ انہیں ان کی علمی وراثت بھی خوب حاصل تھی۔ ان کی شخصیت رہ بر و رہ نما شمار ہوئی۔ مسند تدریس ان پہ نازاں رہی۔ زندگی بھر وہ مسلکِ حق کی پاس بانی کرتے رہے، روشنی کرتے رہے۔

جمعۃ المبارک، ۳ اگست ۲۰۰۷ء کی سہ پہر کو میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے ۲۴ ویں سالانہ عرس مبارک کی آخری نشست ختم ہوئی ہی تھی کہ موبائل فون پر ایس۔ ایم۔ ایس کے ذریعے حضرت علامہ تحسین رضا کی شہادت کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان سے محرومی شدید سانحہ ہے۔ بریلی شریف میں ان کی موجودگی سے بہت سہارا تھا۔ وہ اپنے علم و عمل سے ''رضا کی تحسین'' کرواتے رہے اور اہلِ محبت انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ زبانِ خلق پر ان کی مدتوں تحسین ہوتی رہے گی۔ اللہ کریم جل مجدہٗ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

تحریر: علامہ مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

(رضاؔ)

قیامت کی نشانیاں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔ علم و ادب کے آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے جا رہے ہیں، قلم و قرطاس سے محبت کرنے والے اٹھ رہے ہیں۔ درس و تدریس کے میدان خالی ہو رہے ہیں۔ مصلحین امت سفرِ آخرت کی جانب رواں دواں ہیں۔ روشنیوں کے مینار آنکھوں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں، ہر سُو تاریکی اور اندھیرا پھیلتا جا رہا ہے، چند ہی سالوں میں علماءِ اہلِ سنت کی کثیر تعداد نے عالمِ بالا کی طرف کوچ کیا ہے۔ جو جا رہے ہیں، ان کا خلا پُر ہوتا نظر نہیں آتا، ان کی یادوں کے نقوش لیے تصورات میں گم تھا کہ اس روح فرسا خبر نے دل ہلا کر رکھ دیا:

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی (پاکستان) وصال فرما گئے اور سید الاتقیاء علامہ تحسین رضا قادری رضوی (بریلی شریف) ایک حادثے میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سید الاتقیاء حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمۃ گلستانِ رضویت کے ایک مہکتے ہوئے پھول تھے۔ آپ مسلکِ حُبِّ نبی ﷺ کے پاسبان تھے۔ فاضل جلیل، عالم نبیل، باکمال مفسر، بے مثال محدث، شفیق استاد اور کہنہ مشق شاعر تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہی حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد سے سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے نامور اساتذہ میں مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد، مفتی قاضی شمس الدین احمد، مولانا سردار علی خاں رضوی، مفتی غلام یٰسین رضوی اور مفتی وقار الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں گذری دار العلوم مظہرِ اسلام بریلی اور دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۴ء میں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی کا قیام عمل میں آیا تو اس کی ساری ذمہ داری آپ کے سپرد ہو گئی۔ یہاں آخری دم تک شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں عالم، محدث اور مفتی ہوئے ہیں جن سے علم و ادب کی آبیاری ہوئی۔

حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کو مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ ماشاء اللہ سب باصلاحیت و بالیاقت ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان کو آپ کا سچا جانشین بنائے۔ آمین۔

حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کی اچانک وفات نے ہم غربائے اہلِ سنت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ہر سُنّی رنجیدہ اور آبدیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کو مقامِ علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

موت العالِم موت العالَم

از: مفتی مولانا محمد اسلم رضا قادری

سیّدی وسندی ومرشدی، وذُخری لیومي وغدي شیخ الحدیث والتفسیر، صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن برّاعظم پاک وہند کے انتہائی جلیل القدر صاحب علم وفضل، عالمِ باعمل، صوفیٔ باصفاء، حقیقۃً شیخ طریقت ورہبر شریعت تھے، راقم الحروف نے تقریباً 6 بار ہندوستان کا سفر کیا اور اس دوران متعدد مرتبہ حضرت تحسین میاں صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا، جبکہ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ بعد نمازِ عصر حضرت ہی کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت بھی حاصل کیا، اور پھر اسی مناسبت سے اصولِ حدیث پر مرتب کردہ اپنے رسالے کو حضرت مرشدِ گرامی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کا نام ''تحسین الوصول الی مصطلح حدیث الرسول'' رکھا، جسے مکتبہ برکات المدینہ کراچی نے شائع کیا۔

حضرت صدر العلماء ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے، آپ حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب کے منجھلے صاحبزادے اور استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا (برادرِ امام احمد رضا) کے پوتے اور رئیس المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب کے پَر پوتے ہیں، اس طرح تیسری پشت میں جاکر آپ کا سلسلۂ نسب سرکار مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ ایک انتہائی خاموش سنجیدہ، پُر وقار اور بارُعب شخصیت کے مالک تھے، آپ علیہ الرحمہ کے زیرِلب مسکراہٹ دائمی تھی، گویا کہ لب ہائے مبارکہ سے پھول جھڑ رہے ہوں، آپ کے اسی وصفِ خاص کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کہ تحسین میاں گُلِ سرسبد یعنی پھولوں کی ٹوکری میں سب سے زیادہ خوشنما وتروتازہ پھول ہیں (بحوالہ حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب)، گویا کہ حضرت صدر العلماء، سرکار مفتیٔ اعظم علیہما الرحمہ کے تلامذہ و خلفاء میں اس وصفِ خاص سے متصف تھے، اور کیوں نہ ہوں کہ آپ تقریباً ۵۰ برس تک حدیث پاک کا درس دیتے رہے، اور رسول کائنات، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہماری حدیث سنے اور دوسروں تک پہنچائے اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ نے ابتدا تا ماقبل دورۂ حدیث شریف حصول علم کے تمام مراحل بریلی شریف میں سرکار مفتی اعظم کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہوئے طے کئے، اس کے بعد حدیث پاک کا درس لینے کے لیے فخرِ زمان، بدرِتمام، محدّث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں فیصل آباد (لائل پور) حاضر ہوئے، چونکہ حضرت محدّث اعظم پاکستان کو سرکار اعلیٰ حضرت کے خاندان سے خاص تعلق رہا ہے اس لیے دورانِ تدریس حضرت صدر العلماء، محدّث اعظم پاکستان کی خاص توجہ سے متمتع ہوئے، اور جب حضرت صدر العلماء 1957ء میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد بریلی شریف لوٹنے لگے تو حضرت محدّث اُعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے سرکار مفتی اُعظم کے لیے ایک مکتوب روانہ کیا جس میں فرمایا کہ صاحبزادہ تحسین میاں صاحب کو چونکہ علمِ حدیث کی طرف زیادہ متوجہ پاتا ہوں اس لئے انہیں تدریسی فرائض کی انجام دہی کے لیے حدیث پاک کے اسباق دیے جائیں، لہٰذا ایسا ہی ہوا اور 1957ء سے آپ کے وصال یعنی 2007 تک مسلسل ۵۰ برس تک حضرت صدر العلماء تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے، جس میں خصوصی توجہ ہمیشہ درس حدیث کی طرف رہی۔

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد سب سے پہلے سرکار مفتیٔ اعظم نے دارالعلوم مظہرِاسلام، مسجد بی بی جی میں آپ علیہ الرحمہ کو کتبِ حدیث کی تدریس ذمہ لگائی، جہاں آپ ۱۸ برس تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے، اس کے بعد ۷ برس دارالعلوم منظر اسلام میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے اور درسِ حدیث سے طالبانِ علم کو فیضیاب کرتے رہے، اس کے بعد ۲۳ سال جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں بحیثیت صدر المدرسین رہے اور وہیں درسِ حدیث پاک جاری رکھا، اس کے بعد جب تاج الشریعۃ حضرت علامۃ مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ کے اصرار پر انہی کے قائم کردہ جامعۃ الرضا بریلی شریف میں صدر المدرسین کا منصب سنبھالا اور درسِ حدیث شریف کے ساتھ ساتھ تخصص فی الفقہ والافتاء کے طلباء کو دیگر کتب کے درس سے فیضیاب فرمایا، اس طرح کل ۵۰ برس تک مسلسل حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے 2007ء میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔

قبلہ صدر العلماء کے والدِ گرامی حضرت مولانا حسنین رضا خان وہ گرامی قدر شخصیت ہیں کہ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وَصایا شریف املاء کروانا چاہا تو اس کی تحریر کے لیے آپ ہی کا انتخاب کیا گیا، آپ علیہ الرحمہ کا لقب ''صاحب'' مشہور تھا، آپ ہی کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب کے سبھی بچے خوب ہیں مگر تحسین میاں کا جواب نہیں۔

سرکار مفتیٔ اعظم کا حضرت صدر العلماء سے محبت و الفت کا اندازہ ان مبارک کلمات سے لگایا جا سکتا ہے جو سرکار مفتیٔ اعظم نے آپ علیہ الرحمہ کے لیے اپنے اجازت و خلافت نامہ میں ارشاد فرمائے ہیں، فرماتے ہیں: ''قرة عيني و ذرة زيني'' مولوی تحسین رضا خان۔

حضرت قبلہ محدّث اعظم پاکستان اور خاندانِ رضویہ کا باہم تعلقِ الفت و محبت و عقیدت کسی سے مخفی نہیں، جب قبلہ محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اس موقع پر سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کی شان میں ایک منظوم منقبت پیش فرمائی، چونکہ حضرت صدر العلماء قبلہ محدّث اعظم پاکستان کے شاگردِ خاص تھے، لہٰذا آپ علیہ الرحمہ کے وصالِ پُرملال پر انتہائی رنج و غم میں مبتلا دیکھ کر سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے اسی منقبت میں یہ شعر بھی تحریر فرمایا:

پیارے تحسینُ الرضا سے پوچھ لو!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار مفتیٔ اعظم قبلہ صدر العلماء سے کس قدر محبت فرمایا کرتے تھے۔

قبلہ صدر العلماء حضرت تحسین میاں صاحب علیہ الرحمہ حضرت قبلہ تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب کے برادرِ نسبتی بھی ہیں، اسی لیے قبلہ تاج الشریعہ کے صاحبزادہ قبلہ عسجد میاں وغیرہ حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کو ماموں جان کہہ کر پکارا کرتے، حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر سرکار مفتیٔ اعظم نے فرمایا کہ خاندان میں دو افراد ایسے ہیں جن پر مجھے پورا اعتماد اور بھروسہ ہے: ایک ازہری میاں (تاج الشریعہ) اور دوسرے تحسین میاں۔

قبلہ مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ بلاشبہ اپنے زمانے کے اہلِ شریعت کے سروں کے تاج ہیں، اسی لیے آپ کو تاج الشریعہ کہا جاتا ہے، اس کے باوجود یہ آپ کا بڑا پن ہے اور اپنے معاصرین اہلِ حق کے ساتھ آپ کا خلوص و محبت ہے کہ ایک بار راقم الحروف قبلہ تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ تخصص فی الفقہ والافتاء کے طلباء کو ''کتاب الفروق'' سے درس دے رہے تھے، اَثنائے درس ایک عبارت ایسی گزری جسے حضور تاج الشریعہ بار بار سماعت فرماتے، مگر بظاہر عبارت حل فرما کر مصنف علیہ الرحمہ کی مراد کو نہیں پہنچ پا رہے تھے، لہٰذا آپ نے طلباء سے فرمایا کہ اس عبارت کو صدر صاحب (قبلہ تحسین میاں صاحب) سے سمجھ لیں اور عبارت کا جو حل وہ پیش فرمائیں اس سے مجھے بھی مطلع کریں۔

اس کے علاوہ اپنے معاصرین کے ساتھ الفت، محبت اور اپنی

تواضع کی ایک اعلیٰ مثال یہ بھی ہے کہ قبلہ تاج الشریعہ نے دیگر اکابرین کے علاوہ قبلہ صدر العلماء علیہ الرحمہ سے بھی اجازت حدیث وعلوم و فنون حاصل کی ہے، جس کا اظہار وہ اپنی اجازت حدیث وعلوم میں بَرمَلا فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کا فرمانا ہے کہ جب میں بریلی شریف حاضر ہوا تو کئی لوگوں کو حضرت قبلہ تحسین میاں صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ''زندہ ولی'' کے لقب سے پکارتے ہوئے دیکھا اور سنا۔

حضرت مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی حالیہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف فرماتے ہیں کہ اس کس مپُرسی کے عالَم میں بھی اگر کوئی اہل بریلی کا بلانزع متفق علیہ مرجع اور معتمد ہے تو وہ صدر العلماء کی شخصیت ہے۔

حضرت تاج الشریعہ قبلہ کے صاحبزادے قبلہ عسجد میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار قبلہ والد محترم کی طبیعت بہت خراب ہوئی اور کافی دنوں تک ناساز رہی، انہیں دنوں میں نے خواب میں سرکار مفتیٔ اعظم کی زیارت سے مشرف ہوا، سرکار فرما رہے تھے کہ ازہری میاں کے لئے تحسین میاں سے وہ خاص تعویذ کیوں نہیں لیتے جو میں نے انہیں سکھایا ہے، بیدار ہونے کے بعد قبلہ ماموں جان (حضرت تحسین میاں صاحب) کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا ماجرا سنایا تو انہوں نے بلاتأمل سرکار مفتیٔ اعظم کا تعلیم فرمایا ہوا تعویذ عنایت فرمایا، جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے قبلہ والد محترم کو صحت کی ناسازی میں افاقہ بخشا۔

اس کے علاوہ گجرانوالہ کے حضرت مولانا محمد اجمل رضا صاحب نے قبلہ صدر العلماء کی سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب بنام ''صدر العلماء'' تحریر فرمائی ہے، جسے رضا اکیڈمی بمبئی نے عرسِ اعلیٰ حضرت ۱۴۲۷ھ کے موقع پر شائع کیا، اور اس کی تقریبِ رُونمائی ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ کی شب جامعۃ الرضا بریلی شریف کے جلسے میں بدستِ محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ ہوئی، اس کتاب میں بڑے ہی احسن انداز سے آپ علیہ الرحمہ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو قارئین کے لئے اجاگر کیا گیا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء

چونکہ کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ برحق ہے، چاہے وہ کتنی ہی پیاری اور ہماری محبوب ترین شخصیت کیوں نہ ہو، آخر کار ایک دن اسے اس دار فانی سے کوچ کرنا ہی ہے، اسی طرح ہمارے اور آپ کے محبوب اور عزیز وجلیل القدر بزرگ شخصیت کے مالک حضور قبلہ صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بروز جمعہ ۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ، بمطابق ۳ اگست ۲۰۰۷ء ناگپور ہندوستان سے ہوتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر تقریباً صبح ۱۱ بجے پہنچے تھے کہ ڈرائیور کی بے احتیاطی کے سبب آپ کی سواری اُلٹ گئی، جس کے نتیجے میں آپ ہم سب اہل سنن و اہل محبت کو داغ مفارقت دیتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سب سے پہلے آپ کا جسد اقدس ناگپور منتقل کیا گیا اور پھر وہاں سے دہلی کے راستے بریلی شریف لایا گیا، جہاں اتوار کے روز بعد نماز ظہر تقریباً ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں قبلہ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی اقتدا میں آپ علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں بروایت حضرت مولانا حنیف خان صاحب رضوی: ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً سات لاکھ افراد نے ہندوستان کے مختلف گوشوں سے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے، آپ پر اپنی رحمت و رضوان وانوار وتجلیات کی بارش فرمائے، اپنے جوارِ رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ علیہ الرحمہ کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ہم سب کو آپ کی سیرت طیبہ سے فیضیاب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ و صحبہ افضل الصّلاۃ و اتم التسلیم

تاثرات

بر وصال حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمہ

از: علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی

پنجاب کے مرد خیز خطے میں سیال کوٹ شہر کی شہرت اب آلاتِ جراحی اور کھیل کے سامان بنانے کی وجہ سے ہے اور یہاں کے تاجر اپنی مدد آپ کے تحت اس شہر میں ایئرپورٹ خود تعمیر کر رہے ہیں۔ شاعرِ مشرق کے شہر کی نسبت سے اسے ''شہرِ اقبال'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر کی اصل شہرت ایمانی، روحانی اور علمی شخصیات کے حوالے سے تھی۔ صدیاں گزر گئیں، ان ہستیوں کا ذکر اب بھی عقیدت و احترام سے کیا جاتا ہے۔ امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو ''مجدد الف ثانی'' قرار دینے والے حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔

اور شہر سیالکوٹ کے مضافات میں ''کوٹلی لوہاراں'' کا مختصر سا علاقہ، حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمہ کی وجہ سے خوب پہچانا جاتا ہے۔ ان کی علمی مرتب اور نیکی کا سبھی اعتراف کرتے ہیں۔ انہیں اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازات اور خلافت حاصل تھی۔ ان کے فرزند و جانشین حضرت مولانا ابو النور محمد بشیر کو ''سلطان الواعظین'' کے لقب سے یاد کیا گیا۔ ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' ایک وقیع جریدہ تھا، اس کی ادارت، تصنیف و تالیف اور خطابت میں نصف صدی سے زائد عرصہ وہ مشغول رہے، مسلک حق اہلسنّت و جماعت کی پاسبانی اور تبلیغ و اشاعت میں ہمہ دم سرگرم عمل رہے۔ ان کی تقاریر قلم بند کر کے کتابوں میں محفوظ کی گئیں، ان کی کتابوں سے سیکڑوں واعظین استفادہ کرتے رہے۔ سرزمین پنجاب میں ایک وقت تھا کہ ان کی دھوم تھی۔ علم و عمل میں وہ یادگار اسلاف تھے۔

اپنی عمر عزیز کی عیسوی تقویم کے مطابق ۹۴ بہاریں دیکھنے کے بعد ہفتہ، ۴ راگست ۲۰۰۷ء کو وہ راہیٔ جنان ہوئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ کریم جل مجدہٗ ان کو فردوس اعلیٰ میں مقامِ رفیع عطا فرمائے۔ آمین۔ ان کی رحلت سے ملک و ملت ایک مقتدر شخصیت سے محروم ہوئے ہیں۔ اللہ کریم جل شانہٗ ان کے اخلاف کو ان کی خوبیوں کا وارث بنائے اور اس علمی گھرانے سے دینی علمی خدمات کا سلسلہ جاری رہے۔

مادہ ہائے سن وصال

''علامۂ دین سلطان الواعظین''

۱۴۲۸ھ

''یک پاسبان دین سلطان الواعظین''

۱۴۲۸ھ

''اللھم یا قدیر اغفرلہ وارحمہ''

۲۰۰۷ء

''واہ ترجمانِ فکرِ رضا''

۲۰۰۷ء

دور و نزدیک سے

خطوط کے آئینے میں

﴿ترتیب و پیشکش: عمار ضیاء خاں﴾

مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی

(باسنی ناگور شریف، راجستھان سے):

سب سے پہلے میں امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ ہر سال کی طرح امسال بھی آپ کی نیک نیتی رنگ لائے اور آپ مقاصدِ حسنہ میں سرخرو ہوں۔ یکے بعد دیگرے دو شمارے معارفِ رضا کے موصول ہوئے۔ آپ واقعی اپنے والد محترم کے جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ فکرِ رضا اب نئے نئے علاقے فتح کر رہی ہے، اس میں آپ کا مخلصانہ کردار بھی شامل ہے۔ معارفِ رضا کے ذریعے جو نقوش بین الاقوامی سطح پر ثبت ہو رہے ہیں ان کا اہلِ علم و تحقیق خوب اعتراف کر رہے ہیں۔ اس بار ہر دو شمارے معلومات افزا مقالات و مندرجات لے کر فردوس نگاہ بنے ہیں۔ ان سے مدیرانِ رسالہ کی وسعتِ علمی اور بلند عزمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں آپ حضرات کے حوصلوں کو سلام کرتا ہوں۔ علومِ قرآن اور تعلیماتِ قرآن پر مہارت حاصل کرنا ہم پر لازم و ضروری ہے۔ ہر دور کی زبان میں پیغامِ کلامِ الٰہی لوگوں تک پہنچایا گیا ہے اس لیے اب ہمیں دورِ حاضر کی ہر زبان میں مہارت حاصل کر کے قرآن و سنت کے چمکتے دمکتے موتی جہانِ اسلام میں بھی پھیلانے ہیں اور اغیار کو بھی ان کی چمک سے استفادہ کی دعوت دینی ہے۔ امید ہے کہ آپ اور آپ کے رفقائے کار اس سلسلہ میں عمدہ پیش رفت کریں گے۔ رب کریم اپنے خصوصی فضل و کرم کی بارش برسائے اور آپ کی مخلصانہ خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

بقیہ سب خیریت ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ احباب سے سلام کہیں۔

جناب افتخار عارف صاحب

(صدر نشین، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد):

مرسلہ شمارہ ''معارفِ رضا'' جولائی ۲۰۰۷ء موصول ہوا۔ آپ کی عنایت اور نوازشِ خاص کہ آپ یاد رکھتے ہیں، توجہ فرماتے ہیں اور رسالہ بھیجنے کی زحمت کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ استفادے کی صورتیں نکلیں گی۔ میں اپنی اور اکادمی ادبیاتِ پاکستان کی طرف سے آپ کا احسان مند ہوں۔ آپ ہمیں سلوک اور احسان کے یاد رکھنے والوں میں پائیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب

(فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، فیصل آباد یونیورسٹی)

سب سے پہلے خط نہ لکھ سکنے کے لیے معذرت قبول فرمائیے۔ مصروفیات، صحت اور کچھ تساہل رکاوٹ تھی، بہر حال ہمارا ناشکرا پن ہرگز نہ تھا۔ میں نے نوری صاحب کا شکریہ تو اسی وقت ادا کر دیا تھا اور درخواست کی تھی کہ اگر ملاقات ہو تو آپ تک بھی شکریہ پہنچا دیں۔

بہت قیمتی اور نہایت خوبصورت تحفہ، کتاب اور وہ بھی حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ہو یا ان کے حوالے سے ہو تو اس کی قیمت اور خوبصورتی بیان سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کام میں برکت ہو۔

محمد طفیل قادری

(نیشنل بینک آف پاکستان، سوک سینٹر، اسلام آباد سے):

آج کا یہ لمحہ میرے لیے ایک عجیب اور ایک انجانی لیکن روحانی خوشی لا رہا ہے، یہ خوشی میرے لیے پیامِ زندگی ہے۔ یہ میرے دل کا سرور، میری آنکھوں کا نور، میرے ماتھے کا جھومر اور میرے دل کی دھڑکن بن گئی ہے۔ اپنی اس خوشی کا تصور آتے ہی میں اپنے اور پوری کائنات کے خالق، ساری کائنات کو پالنے والے رب، سارے ارض وسماء کے مالک رب، ساری کائنات کے رازق، خانہ کعبہ کے رب، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کا شکر ادا کرنے لگا ہوں کہ اے میرے پیارے اللہ، اے میرے کریم اللہ تیرے کرم کا لاکھ لاکھ شکریہ، اے میرے رحیم اللہ، تیرے رحم کا لاکھ لاکھ شکریہ کہ تُو نے مجھ جیسے بے بس، ناتواں اور عاجز کو اپنی بے بہا نعمتوں اور رحمتوں سے نوازتے ہوئے مجھے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ میں ادنیٰ، ناسمجھ اور نہایت ہی کم علم ہونے کے باوجود ایک بہت بڑی محترم ہستی، بہت ہی قابلِ احترام ہستی، ایک سید زادے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے حُب دار، اہلِ بیت سے تعلق دار، زندگی کے ہر قدم پر عشقِ رسول سے سرشار، سپاہِ مسعود ملت کے تربیت یافتہ اور حد سے زیادہ لاڈلے جانباز کی خدمتِ اقدس میں بذریعہ تحریر حاضر ہو رہا ہوں۔ یہی لمحات میرے مقدر کا سرمایۂ حیات ہوں۔

آپ کی علمی، تحریری، عملی کاوشوں (جو عشق الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ، پیارے آقا ﷺ اور اولیاء اللہ سے محبت) کا اندازہ بلکہ یقین گزشتہ اتوار ۱۴؍جنوری ۲۰۰۷ء کو پنجاب کے چھوٹے سے شہر کھاریاں سے تھوڑا باہر سڑک کے کنارے سرد موسم کی ٹھنڈی یخ ہواؤں کے دوران اس وقت ہوا جب آپ کی ذاتِ گرامی مفتی جناب جلال الدین قادری صاحب کے دینی مدرسہ کی سنگ بنیاد کی تقریب کے دوران اسٹیج پر عظیم ترین علماء، مشائخِ عظام کے درمیان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی نمائندگی کرتے ہوئے اعلانِ حق فرما رہے تھے۔ میری یہ عاجزانہ دعا ہے کہ پروردگار! جہاں تُو نے اپنے حبیب ﷺ کی امت پر اتنا احسان کیا، وہاں اپنے حبیب ﷺ کے ان احباب پر جو سرمایۂ اہلِ سنت ہیں، جو فخرِ اہلِ سنت ہیں، جو اہلِ سنت کے عظیم سپہ سالار ہیں ان سب کا سایہ ہم جیسے کمزور، بے بس انسانوں، بلکہ سب اہلِ سنت والوں پر سدا قائم ودائم رکھنا۔ آمین ثم آمین۔

آج ابھی ابھی آپ کی تصنیف ''خانوادۂ نبوت کا اسوۂ حسنہ'' پڑھنے کو ملی پہلے ہی صفحہ سید الشہداء امام حسین عالی مقام کا نام مبارک پڑھتے ہی دل پیارے امام کی محبت میں مچل گیا اور فوراً ہی آپ کی خدمت اقدس میں بذریعہ تحریر حاضری کا شرف ملا۔ یہ بھی پیارے آقا ﷺ کے اہلِ بیت سے محبت کا نتیجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھ ناچیز پر اتنا کرم کر دیا۔

براہِ مہربانی اس کتاب کی ۲۰۰ کاپیاں آج ہی پارسل کرا دیں۔ سیدی پیر محترم جناب ڈاکٹر مسعود صاحب کی خدمت اقدس میں مجھ ناچیز، بے بس کا سلام محبت، سلامِ الفت، سلامِ عقیدت ضرور کہہ دیں۔ ڈاکٹر صاحب سے خصوصی دعاؤں، خصوصی شفقت اور سرپرستی اور راہنمائی کا طلب گار ہوں۔ ادارے کے ایک ایک محترم بھائی کو میری طرف سے سلام وآداب۔

............OOO............

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

رضا کی ادویات۔ بے مثل خصوصیات

رضا کی دیگر مؤثر ادویات میں سے چند ایک نظر میں

نام دوا	قیمت	فوائد واستعمالات
انرجیک سیرپ ENERGIC Syrup	75/-	اعضاء رئیسہ و شریفہ (دل، دماغ، جگر) کی حفاظت کرتا ہے۔ جسم کو خون سے بھرپور کرتا ہے۔ ضائع شدہ توانائی بحال کرتا ہے۔
کف کل سیرپ COUGHKIL Syrup	30/-	خشک اور بلغمی کھانسی، کالی کھانسی، شدید کھانسی، دورے والی کھانسی، دمہ اور امراض سینہ میں بے حد مفید ہے۔
لیورجک سیرپ LIVERGIC Syrup	50/-	ضعف جگر، یرقان، ورم جگر، ہیپاٹائٹس، جگر کا بڑھ جانا، جگر کا سکڑ جانا، ورم پتہ، مثانہ کی گرمی، سینہ اور ہاتھ پاؤں کی جلن میں مفید ہے۔
پیورفک سیرپ PURIFIC Syrup	45/-	چہرے کے داغ دھبے، کیل مہاسے، گرمی دانے، پھوڑے پھنسیاں، خارش، الرجی، داد، چنبل، بواسیر بادی و خونی میں مفید ہے۔ اعلیٰ مصفی خون ہے۔
گائنوجیک سیرپ GYNOGIC Syrup	110/-	ایام کی بے قاعدگی، رحم کی کمزوری، ورم رحم، عادتی اسقاط حمل، اٹھرا، کمر درد اور جملہ امراض نسوانی میں اکسیر ہے۔
لیکورک کیپسولز LIKORIC Capsules	90/-	سیلان الرحم (لیکوریا)، ماہواری کی زیادتی، اندام نہانی کے ورم اور سوزش کو دور کرتے ہیں، کیلشیم کی کمی، رحم اور متعلقات رحم کو تقویت دیتے ہیں۔
عرق جگر ARQ-E-JIGAR	60/-	تمام ملیریائی کے جملہ امراض، ضعف جگر، ورم جگر، جلندر، ہیپاٹائٹس کی جملہ اقسام میں مناسب اوقات کے ساتھ حیرت انگیز نتائج کا حامل ہے۔
شربت بادام SHARBAT-E BADAM	110/-	دماغ کو طاقت دیتا، حرارت کو تسکین دیتا ہے، سینہ و طبیعت کو نرم کرتا ہے۔
دافع جریان کورس DAF-E-JIRYAN Course	300/-	کثرت احتلام، جریان، سرعت انزال، ذکاوت حس میں اکسیر ہے۔
روزک سیرپ ROSIC Syrup	150/-	فطری قوت مدبرہ بدن کو بیدار کرتا ہے۔ ہاضمے کے عمل کو بہتر بناتا ہے۔ جگر اور اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔ خواتین کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ زچہ و بچہ میں خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔
کڈ ٹانک سیرپ KIDTONIC Syrup	27/-	بچوں کو قبض، اپھارہ، نفخ، پیچش، قے، دست، کھانسی، نزلہ، زکام، بخار اور گلے کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جسم کو طاقت، بینائی اور غذائی کمی، خون کی کمی اور کیلشیم کی کمی کو پورا کرتا ہے۔
کشش (بریسٹ کریم) KASHISH Breast Cream	150/-	اکثر خواتین ایک ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی خوبصورتی کھو دیتی ہیں۔ کشش (بریسٹ کریم) بریسٹ کو سڈول، خوبصورت اور پرکشش بناتی ہے۔

ریٹائرڈ پرسن، انویسٹر، ہول سیلرز، میڈیکل/سیلز ریپ، فری لانسرز، ڈسٹری بیوٹرز و مارکیٹرز متوجہ ہوں۔ اپنے شہر، قصبے اور گاؤں میں رضا لیبارٹریز کی مایہ ناز ہربل ادویہ کی فرنچائز مارکیٹنگ کے لئے رابطہ فرمائیں۔ پرکشش پیکج، سیمپل، لٹریچر، اسٹیشنری اور پبلسٹی بذمہ کمپنی

ZAIGHAM ENTERPRISES

Distributer & Promoter of Medicine & General Items

مطب رضا، مین بازار، گلشن لیبر کالونی (رشید آباد)، نزد غوثیہ ہول سائٹ، کراچی۔ 75700

فون: 021-4219419 موبائل: 0333-2166710

Always research, Always results

RAZA LABORATORIES